جدید نفسیات، لیڈرشپ اور صوفی رنگوں کا امتزاج

میں، عشق اور وہ®

لازوال کامیابی کے صوفیانہ راز

قیصر عباس

بیسٹ سیلنگ کتاب 'شاباش! تم کر سکتے ہو' کے مصنف

میں عشق اور وہ

جدید نفسیات، لیڈر شپ اور صوفی رنگوں کا امتزاج

میں، عشق اور وہ®

لازوال کامیابی کے صوفیانہ راز

قیصر عباس

بیسٹ سیلنگ کتاب 'شاباش! تم کر سکتے ہو' کے مصنف

قیصر عباس کی کتابیں

اُردو زبان میں:

انگریزی زبان میں:

میرے باپ جیسے بھائی انتظار حسین

اور

ماں جیسی بہن امید بخاری

کے نام

آسے آسے عمر گزاری جھلّے خار ہزاراں
مالی باغ نمیں ویکھن دیندا آئیاں جدوں بہاراں

میاں محمد بخشؒ: لیڈر شپ گرو

کارٹون	متین حمزہ
ایڈوائزر	ڈاکٹر کامران فضل
میڈیا سپورٹ	شنیلہ علی
ٹائپنگ	مسعود میاں
سپرویژن	ناصر طارق
ڈیزائننگ	معاذ زبیری
ٹائٹل	احسن چوہدری
ایڈیٹنگ	سیدہ کنزہ اثر
مشاورت	خُرم محمود
پروموشن	امبرین سپراء

فہرست

صوفیوں کا سفر
12
فوک میوزک سے فوک وزڈم تک
19

پہلا پڑاؤ: اپنی پہچان

-1 رانجھن میرے نال 26
-2 خزانے کی تلاش 30
-3 پہچان کی چابی 34
-4 جاگو جاگو! 38
-5 کامیابی کا فارمولا 43

دوسرا پڑاؤ: مشن کی تلاش

-6 مشن امپوسیبل 49
-7 مقصد سے عشق 53
-8 لگن 60
-9 عشق کا امتحان 64
-10 میری کہانی 67

تیسرا پڑاؤ: خدا سے ربط

-11 خدا کی تلاش 71
-12 تعمیرِ نو 76

13- توکل 80
14- سازش! 83
15- فلرٹ 86

چوتھا پڑاؤ: مخلوق سے رشتہ

16- رشتوں کی سائنس 91
17- رس بھری باتیں 99
18- ٹیم ورک 104
19- ایکشن ری پلے 110
20- لیڈرشپ ایک رشتہ 113

پانچواں پڑاؤ: جیت کی تیاری

21- اک آگ کا دریا ہے 120
22- ڈسپلن 127
23- ٹائم مینجمنٹ 132
24- پروموشن کا جن 136
25- مرشد ہی کوچ ہے 140
26- ناقابلِ تعلیم 145

چھٹا پڑاؤ: لیڈرشپ کا سفر

27- پرسنل برینڈنگ 149
28- لیڈرشپ چیلنج 154
29- بس رفٹ لیڈر 159
30- ٹیلنٹ مینجمنٹ 162
31- لیڈرشپ کا جج 168
32- لائم لائٹ 177

ساتواں پڑاؤ: لازوال کامیابی کی بنیاد

33- کلاک ماسٹر 184
34- لازوال ادارے 189
35- چینج مینجمنٹ 194
36- مارکیٹ کی نفسیات 197
37- کسٹمر سروس 200

آٹھواں پڑاؤ: جگ تے رے کہانی

38- پریم کا دھاگہ 204
39- کھل کے کھیلو 209
40- آپ کس کی ٹیم میں ہیں؟ 212
41- خوشیوں کا تسلسل 215
42- خدا کے سپرد 219

صوفیوں کا تعارف
224
مصنف کا تعارف
226
پرائیویٹ کوچنگ
232
شکریہ
233

....

صوفیوں کا سفر

صوفیوں کا سفر

اِٹ کھڑکے دُکڑ وجے تتا ہووے چُلا
آن فقیر تے کھا کھا جاون راضی ہووے بُلّھا

بلھے شاہؒ: مینجمنٹ گرو

نومبر 2007ء کی یہ ایک خوب صورت صبح تھی۔ خوشگوار سردی، نکھری نکھری دھوپ اور چولستانی فارم ہاؤس کا وسیع وعریض سرسبز وشاداب لان۔ جھیل کے کنارے اپنی ٹیم کے ساتھ ناشتے کی میز پر بیٹھے ہوئے میں ان سے اپنا گیم پلان شیئر کر رہا تھا۔ سبھی کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ پوری ٹیم پُر جوش تھی اور ہوتی بھی کیوں نہ۔ آج ایک خواب پورا ہونے والا تھا۔ چند سال پہلے جو ہم نے مل کے سوچا تھا وہ ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

آج ہم پاکستان کی ٹریننگ کی دنیا میں ایک نئی تاریخ لکھنے جا رہے تھے۔ کسی فائیو سٹار ہوٹل کی بجائے چولستان کے طرز تعمیر پر بنے اس عالیشان فارم ہاؤس میں پاکستان کے بڑے بڑے اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سربراہ، سی ای اوز اور ڈائریکٹرز آج ہماری لیڈرشپ ٹریننگ میں شرکت کے لیے آ رہے تھے۔ شہرۂ آفاق مصنف اور پینٹر اختر مموزکا، جو چولستان ریزارٹ کے مالک بھی ہیں، خوب صورت پگڑی اور شیروانی میں ملبوس ایک لائف سائز مسکراہٹ لیے شرکاء کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ اختر مموزکا کی ٹیم نے فارم ہاؤس کو دلھن کی طرح سجایا ہوا تھا۔ لیکن یہ سجاوٹ ذرا ہٹ کے تھی۔ ہر چیز سے ہمارا اپنا کلچر، رہن سہن اور ثقافت جھلک رہی تھی۔ بیک گراؤنڈ میں بابا بلھے شاہؒ کی شاعری پہ مبنی صوفی میوزک دلوں کو چھو رہا تھا۔

ٹریننگ ہال میں کہیں بھی کوئی 'کارپوریٹ' ٹچ نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے کسی صوفی کی بیٹھک ہو، جیسے کسی گاؤں کا چوپال ہو یا کسی فقیر کا ڈیرہ۔

بڑے بڑے عالیشان دفتروں میں رہنے والے سی ای اوز کے لیے اس کمرے میں ایک کرسی تک نہ تھی۔ ان سب کو زمین پہ بیٹھنا تھا۔

''میں نے آج تک اس قسم کی انوکھی ٹریننگ نہیں دیکھی'' اختر مموزکا کے لہجے میں حیرت اور تھوڑی سی فکرمندی بھی تھی۔

ان کا خیال صحیح تھا۔ لیڈرشپ کی یہ ٹریننگ واقعی بڑی مختلف تھی۔ اس ٹریننگ کے ڈیزائن میں کہیں بھی کوئی ہارورڈ بزنس سکول کی کیس سٹڈی، یا مشہور لیڈرشپ گروز کے ماڈل یا تھیوری استعمال نہیں ہوئی تھی۔ ہم 'باہر' کی بجائے 'اندر' کے ریفرنس پہ بھروسہ کرنے کی ٹھان چکے تھے۔ اسی لیے اس ٹریننگ کو ہم نے ایک اچھوتا اور انوکھا نام دیا تھا ''لیڈنگ ودِ فوک وزڈم'' یعنی کامیابی، خوشحالی، ترقی، گروتھ اور لازوال ادارے بنانے کے اصولوں کو ہم اپنی ثقافت، کلچر، مذہب اور تہذیب میں پیوستہ اصولوں کی روشنی میں سیکھنے جا رہے تھے۔

یہ ٹریننگ اس بڑے پیمانے پہ ہم پہلی بار کر رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنی ریسرچ سے بزنس

لیڈرز کو بیک وقت خوش اور حیران کر چکے تھے۔ بلکہ ہماری کمپنی Possibilities کے قیام کے بعد نومبر 2005 میں جو سب سے پہلی ٹریننگ ہم نے کوہ نور انرجی کی لیڈرشپ ٹیم کے لیے ڈیزائن کی تھی وہ ''لیڈنگ ود فوک وزڈم'' ہی تھی۔ تاہم دو سال میں ہماری تحقیق اور کلائنٹس دونوں میں نمایاں اضافہ ہو چکا تھا۔

اس پروگرام میں ہم پیٹر ڈرکر، جیک ویلش، ٹام پیٹر، جم کالنز، کینتھ بلینچرڈ، رام چرن، ڈیل کارنیگی اور سٹیفن کوے کے لیڈرشپ اور مینجمنٹ سٹائل کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔ ہم اپنے اندرونی وسائل پہ بھروسہ کریں گے۔ آج ہم اپنے بزنس لیڈرز کو اپنے مینجمنٹ گروز سے ملوائیں گے۔ ان سے اپنے لائف سٹریٹجسٹ کا تعارف کروائیں گے۔ اپنے کلچر میں بکھری ہوئی ذہانت، عقل و فکر کو سمیٹیں گے۔ اپنے لیڈرشپ مفکرین کی باتیں سنیں گے اور ان سے سیکھیں گے۔

ان سے سیکھیں گے جن کی باتیں نسل در نسل، سینہ بہ سینہ، صدیوں سے زندگیاں سنوار رہی ہیں۔ ہم نے ''اندر'' کی آوازوں پہ کان دھرنا بند کر کے ''باہر'' کی آوازوں کو کچھ زیادہ ہی اہمیت دینا شروع کر دی ہے۔ لیکن سات سال کی تحقیق کے بعد میں آج پوری دنیا کے سی ای اوز اور بزنس لیڈرز کو یہ بتانے کے لیے تیار تھا کہ ہمارے کلچر، ثقافت اور لٹریچر میں اتنی جان ہے کہ وہ مغرب کی لیڈرشپ اور مینجمنٹ کی ساری تھیوریوں، تکنیکوں اور اصولوں پہ بھاری ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم باہر کی دنیا سے کنارہ کشی کر لیں، مغرب کی ترقی سے منہ موڑ لیں۔ کسی اور سرزمین پہ جنم لینے والی ریسرچ اور علم سے قطع تعلق ہو جائیں۔ دوسرے مفکرین اور محققین کے کام کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھیں یا کسی اور کے کام کو حقیر، چھوٹا اور گھٹیا سمجھیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنے لیڈرشپ اور مینجمنٹ کے مسائل کا حل اندھا دھند باہر تلاش کرنے کی بجائے پہلے یہ پرکھ لیں کہ ہمارے اپنے پاس وسائل کے کیا کیا خزانے چھپے پڑے ہیں۔ دوسروں سے مستعار لیے ہوئے اصولوں اور قاعدوں کو زبردستی اپنے اداروں اور لوگوں پر ٹھونسنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ ہمارے لوگوں کی نفسیات اور اداروں کے کلچر کے حساب سے یہ

موزوں ہیں بھی یا نہیں۔ کہیں کچھ اس سے بہتر، پہلے سے تو ہمارے پاس موجود نہیں؟ جسے سمجھنا اور اپلائی کرنا ہمارے لیے زیادہ آسان ہے۔ جس کے لیے پہلے سے ہمارے اداروں اور لوگوں کے دلوں میں ایک نرم گوشہ موجود ہے۔

کیوں نہ اپنے لوگوں کو ہم ان لوگوں کے افکار سے کامیاب ہونا سکھائیں جو لوگ ان کے دلوں میں رہتے ہیں۔ جو اپنے ہیں۔ جو جانے پہچانے ہیں۔ جن کی ان کے دلوں میں عزت ہے۔ جن کے نام سے ان کی آنکھیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ جو بے لوث ہیں اور سب سے بڑھ کے ان کے علم، ذہانت اور عقل کی جڑیں اس سرزمین سے پھوٹتی ہیں جسے خدا نے علم کا شہر قرار دیا ہے۔

میرا مقصد ہماری ثقافتی، روحانی اور صوفیانہ ذہانت، علم اور اصولوں کو اسی سادگی سے آپ تک پہنچانا ہے جس سادگی سے ہمارے اپنے مینجمنٹ گرو سال ہا سال انھیں آپ تک پہنچاتے رہے ہیں۔

ہماری اس "فوک وزڈم" کے گرو آخر ہیں کون؟ آیئے میں آپ کی ملاقات ایک ایک کر کے ان سے کرواتا ہوں۔

باباؒ فریدؒ.......................مینجمنٹ گرو

بابا بلھے شاہؒ.......................لیڈر شپ گرو

میاں محمد بخشؒ.......................ریلیشن شپ گرو

وارث شاہؒ.......................لائف سٹریٹجسٹ

سلطان باہوؒ.......................مینٹورنگ سپیشلسٹ/لائف کوچ

شاہ حسینؒ.......................سکسیس کوچ

سائیکالوجی، مینجمنٹ اور لیڈر شپ پر جو کچھ یہ بابے جانتے ہیں شائد ہی کوئی اور جانتا ہے۔ جہاں ان کی عقل پہنچتی ہے، میں نے کم از کم کسی مینجمنٹ اور لیڈر شپ گرو کی سوچ کو وہاں پہنچتے نہیں دیکھا۔ جو گہرائی ان کے خیالات میں ہے، مینجمنٹ اور لیڈر شپ پر دنیا بھر میں موجود لٹریچر میں کہیں نظر نہیں آتی۔ انسانی نفسیات کی جو سمجھ انھیں ہے، فرائیڈ سے لے کے ماسلو تک کسی کو نہیں۔ رشتوں کو سنوارنے، نبھانے اور قائم رکھنے کے جو سنہری اصول ان کے قلم سے نکلے ہیں کسی ریلیشن شپ گرو کی وہاں تک جانے کی مجال نہیں ہے۔ لوگوں کو سمجھنے، پرکھنے اور پہچاننے کی جو کسوٹی ان بابوں نے طے کی ہے کسی ہیومن ریسورس کے ماہر کی وہاں تک رسائی نہیں۔

لیڈر شپ، مینجمنٹ، کوچنگ اور سٹریٹجی کے تمام گرو ل کے جن عام فہم باتوں کو پیچیدہ ماڈلز اور تھیوریوں میں ڈھال کے ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں، اس سے کہیں پیچیدہ، گھمبیر، مشکل باتوں کو، ہمارے صوفی مینجمنٹ گرو اس سادگی سے، اس آسانی سے بیان کرتے ہیں کہ عام سے عام انسان کو بھی بات سمجھ میں آجائے۔

اپنی بات کو سننے والے کے لیول پہ آ کے کہنے کا ڈھنگ، ان صوفیوں سے بہتر کسی کو نہیں آتا۔

ان فقیروں کی باتوں میں دم ہے، سچائی ہے، وزن ہے۔ ان کی ذہانت کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کی افکار کی آپ تردید نہیں کر سکتے۔ ان کی تھیوری کو آپ چیلنج نہیں کر سکتے۔

اگر آپ نے ہزاروں کے حساب سے بھی لیڈر شپ، کامیابی اور مینجمنٹ کی کتابیں پڑھی ہوں تب بھی آپ محسوس کریں گے کہ ان بابوں کی سوچ 'اوریجنل' ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ پائیں گے کہ فلاں فلاں مینجمنٹ یا لیڈر شپ کے گرو بھی اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ تب آپ کو خیال آئے گا کہ ہمارے بابوں نے جب یہ باتیں سوچیں، لکھیں، کہیں اور پھیلائیں تب ان مینجمنٹ گروؤں کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔

ہمارے صوفی گروز کی وزڈم سادہ ہے، واضح ہے، جاندار ہے، عام فہم ہے اور سب

سے بڑھ کے پُر اثر ہے۔ صوفیوں کی وزڈم 'دل سے دل تک' بات پہنچانے کی بہترین مثال ہے۔

آپ کا مسئلہ کتنا بھی اُلجھا ہوا ہو ہمارے گروؤں کا پیش کردہ حل بے حد سادہ ہوگا۔ آپ کسی مسئلے میں کتنے ہی عرصے سے مبتلا ہوں، ان کی دوامنتوں میں کام کرتی ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کا میرا مقصد، ان صوفی بزرگوں کی فکر، سوچ اور آفاقی اصولوں کو آپ تک پہنچانا ہے۔ میں اس بھروسے کے ساتھ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں کہ آپ انھیں استعمال کر کے اپنی زندگی سنواریں گے اور پھر اپنے پیاروں کی زندگیوں کو بھی کامیابی سے ہمکنار کریں گے۔

قیصر عباس

10 اپریل، 2016

لاہور، پاکستان

فوک میوزک سے
فوک وزڈم تک

فوک میوزک سے فوک وِزڈم تک

وارث شاہ او سدا ای جیوندے نیں
جنہاں کیتیاں نیک کمایاں جی

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

یہ کتاب صوفی اِزم کے متعلق نہیں ہے، نہ ہی میں کوئی تصوف کا ماہر ہوں۔ البتہ میرے اندر ہر وقت سلگتی رہتی ہے اک آگ۔ صوفیانہ قسم کے عشق کی آگ۔ میں ایک مشن پہ ہوں اور میرا کام افراد، اداروں، ٹیموں اور ملکوں کو ان کی کامیابی میں حائل رکاوٹوں کو پہچاننے اور انھیں پچھاڑنے میں مدد دینا ہے۔

بطور سکسیس کوچ میرا کام صحیح وقت پر صحیح سوال اُٹھاتا ہے۔ میرا دوسرا کام لوگوں کو چیلنج

کرتا ہے کہ وہ ان سوالوں کا بہترین جواب ڈھونڈیں۔

میرا مشن لوگوں میں کامیابی کی خواہش اور صلاحیت کو پروان چڑھانا ہے۔ البتہ روز بروز مشکل سے مشکل تر ہوتے ہوئے معاشرے اور اس سے کہیں پیچیدہ کارپوریٹ کی دنیا کے سوالوں کے جتنے اچھے جواب مجھے اپنے صوفیوں کے ہاں نظر آئے کہیں اور نہیں ملے۔ سیدھے سادھے، براہِ راست، مختصر لیکن علم و فہم سے بھرپور جوابات۔ اس لیے میں نے طے کر لیا، کہ میں پورے کارپوریٹ پاکستان اور نوجوان نسل کی توجہ صوفیانہ کلام سے صوفیانہ لیڈرشپ کی جانب دلاؤں گا۔

صوفی بزرگوں کی شاعری میں عقل ہے۔ آسانیاں پیدا کرنے والی، روزمرہ کے معاملات کو سلجھانے والی، کام آنے والی عقل۔ پریکٹیکل وزڈم۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کئی سال پہلے کی جانے والی عقل و ذہانت کی یہ باتیں آج بھی سچ ہیں، صحیح ہیں، اور قابلِ عمل ہیں۔

میں اس اُمید کے ساتھ یہ کتاب لکھ رہا ہوں کہ ہماری نوجوان نسل گلوریا جینز کی 'کوفی' کے فیشن کے ساتھ ساتھ شاہ حسینؒ کی 'کافی' کے سحر میں بھی گرفتار ہو۔ خواہ مخواہ ماڈرن دکھنے کے چکر میں کڑوی 'کوفی' کو گلے سے نیچے اُتارنے والے ذرا ایک بار شاہ حسینؒ کی روح افروز 'کافی' کو بھی ٹیسٹ کریں۔ شاہ حسینؒ کی 'کافی'، جو سچ میں جگا دیتی ہے، سیدھی دل میں اُترتی ہے اور گلوریا جینز میں آپ کے آس پاس بیٹھے لوگوں کو پہچاننے اور اُن سے رشتے سنوارنے کا ڈھنگ بھی بتاتی ہے۔ شاہ حسینؒ کی 'کافی' آپ کو خود سے جڑنے، خود سے محبت کرنے اور خود کو پہچاننے کا گُر سکھاتی ہے۔

ہم میں سے کون ہے جس نے وارث شاہؒ کی شاہکار ہیر نہیں سنی؟ کون ہے جس کے دل کو شاہ حسینؒ کی کافیوں نے نہیں جھنجھوڑا؟ کون ہے جو بلھے شاہؒ کے کلام پر نہیں جھوما؟ جس کے دل کے تاروں کو سلطان باھوؒ کی 'ھُو' نے نہیں چھوا؟ جسے میاں محمد بخشؒ کی سیدھی سادھی لیکن تلخ، ضرب الامثال بن جانے والی دانش نے متاثر نہیں کیا؟ کون ہے جس نے بابا فریدؒ کا شعر پڑھا ہو اور پھر

گھنٹوں اس کے سحر سے نکل پایا ہو؟

ہم کبھی صوفی شاعری کے دل دادہ ہیں۔ صوفی بزرگوں کا احترام کرتے ہیں، اُن کی شاعری پہ واہ واہ کرتے ہیں۔ اُن کی کہی باتوں کو اپنی روزمرہ گفتگو اور محاوروں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کی دل پہ لگنے والی باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتے۔ ان کی ورزڈم سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔

آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جس کے پاس نئی خوب صورت کار ہو۔ وہ اس کی تعریف کرے، اُس کی چمک دمک سے خوش ہو، دوسروں کو اس کار کی خوبیوں سے مرعوب کرے، اس کار کے ہونے پرا سے فخر بھی ہو لیکن جب کبھی اسے سفر کرنا ہو تو ویگنوں اور رکشوں میں دھکے کھاتا پھرے۔

''گاڑی کیوں استعمال نہیں کرتے ہو؟'' آپ حیرت سے اُس سے پوچھتے ہیں۔

''کیا گاڑی میں کوئی مسئلہ ہے؟ خراب ہے کیا؟''

''نہیں خراب تو نہیں ہے۔ اچھی خاصی چلتی تھی جب میں اِسے خرید کے لایا تھا'' وہ شخص جواب دیتا ہے۔

''تو پھر گاڑی کیا دکھاوے کے لیے ہے؟ گھر میں سجا کے رکھنے کے لیے ہے؟'' آپ احتجاج کرتے ہیں۔

''اصل میں ابھی تک میں نے گاڑی کو 'ٹرائی' نہیں کیا''۔

ہے نا اس شخص کا جواب حیران کُن؟

''ٹرائی'' نہیں کیا؟

بالکل اسی طرح ہم نے اپنے صوفی بزرگوں کی باتوں کو سجا کے، گانوں اور میوزک البموں کی زینت بنا دیا ہے۔ ہم اس میوزک پر جھومتے تو ہیں لیکن اس میں چھپی عقل، ذہانت، فکر اور سوچ کو اپنی ذاتی اور خصوصاً پیشہ وارانہ زندگی میں 'ٹرائی' نہیں کرتے۔

ماڈرن دنیا کو اپنے ماڈرن مسائل کا حل ماڈرن مفکرین سے نہیں مل پا رہا۔ کیونکہ ماڈرن دنیا کے ماڈرن مسائل کی جڑیں ان قدیم اصولوں کو توڑنے کی وجہ سے ہیں جو ذاتی اور معاشرتی زندگی میں سکون اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔

اس کتاب میں آپ کے لیے میں پیش کر رہا ہوں آپ کے ذاتی اور پیشہ وارانہ مسائل کا حل اور وہ بھی صوفیانہ عقل و دانش کی روشنی میں۔ ہمارے صوفی دانشوروں کے پاس حل ہے۔ سادہ حل۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کا۔ چاہے اُن مسائل کا تعلق آپ کی کاروباری زندگی سے ہو یا گھریلو زندگی سے۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ بزنس سٹریٹیجی سے لے کے، ہیومن ریسورس مینجمنٹ تک، کونفلکٹ مینجمنٹ سے لے کے ٹائم مینجمنٹ تک، لیڈرشپ ڈویلپمنٹ سے لے کے ایگزیکٹو کوچنگ تک۔ ان صوفیوں کے پاس آپ کے ہر مسئلے کا حل ہے۔

یقین نہیں آ رہا نا؟ مجھے بھی نہیں آتا تھا۔ میرے فوک لیڈرشپ کے پروگرام میں شریک ہونے والے ٹاپ لیڈرز کو بھی نہیں آتا تھا۔ لیکن جب ہم اس سفر پہ نکلے، ہم نے صوفیوں کے افکار کو کھوجا، سمجھا، کھنگالا تو جانا کہ بلاوجہ ہم میں سے اکثر لوگ ایک دائرہ نما سوراخ میں ڈبہ نما لکڑی فِٹ کرنے کی زبردستی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہم اس علم سے، اس ذہانت سے، اس عقل سے فیض یاب ہوں جو ہماری ذہنی، نفسیاتی اور روحانی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر تخلیق کی گئی ہے؟ جس کی جڑیں ہماری اپنی ذات کے اندر پیوستہ ہیں۔ جس کی شاخیں ہمارے عقائد، ہماری سوچ اور ہمارے ایمان سے پھوٹتی ہیں۔

صوفیوں کی ذہانت اور عقل کے نشان اس دروازے سے جا ملتے ہیں جسے 'شہرِ علم' کہتے ہیں۔ جو سارے علم، ذہانت، فکر، دانش اور عقل کا سرچشمہ ہے۔ صوفیوں کا پیغام خدا اور اُس کے پیغمبر ﷺ کے بتائے اصولوں کے مطابق ہے۔ یہ پیغام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں مددگار ہو سکتا ہے جس میں لوگ نہ صرف اپنی نظر میں کامیاب ہوں بلکہ اُن کا پروردگار بھی انہیں کامیاب لوگوں کی فہرست میں شمار کرے۔

کامیابی کی یہ تعریف، یہ معیار، لوگوں کے دل میں کامیابی کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی لگن پیدا کرے گا۔ وہ خودغرضی اور خودستائشی سے نکل کر معاشرے کو کچھ لوٹانے اور دوسروں کی زندگیاں سنوارنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں کامیاب لوگوں میں شمار ہونے کا آسان ترین اور یقینی راستہ یہی ہے کہ آپ اس کی مخلوق کے کام آئیں۔ اس کے بنائے انسانوں کی زندگی میں آسودگی لائیں اور اس کی بنائی دنیا کو خوب صورت اور بہتر بنانے میں اس کے ساتھ لگ جائیں۔

پہلا پڑاؤ

اپنی پہچان

-01-

رانجھن میرے نال

جنگل بیلے پھراں ڈھونڈیندی، اجے نہ پایو لال
رانجھن رانجھن پھراں لبھیندی، رانجھن میرے نال

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

آپ سب نے اس آدمی کی کہانی تو ضرور سنی ہوگی جس کی کار کی چابی ڈرائنگ روم میں صوفے کے نیچے گر گئی۔ بجلی نہیں تھی، تھوڑی دیر اس نے ہاتھ پاؤں مارے، مگر چابی ہاتھ نہیں لگی۔ اندھیرا زیادہ تھا کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی فرسٹریشن بڑھتی گئی۔ پریشانی سے نااُمیدی تک بھی احساسات میں سے گزرا۔ بالآخر باہر آ کر سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں کچھ ڈھونڈنے کی 'ایکٹنگ' کرنے لگا۔ اس کی مدد کرنے کو ایک دو اور لوگ بھی شامل ہو گئے اور چابی ڈھونڈنے

لگے۔

تنگ آ کے ایک شخص نے پوچھا "چابی یہیں گری تھی ناں؟"

"نہیں وہ تو اندر گم ہوئی تھی" اس نے شرمندگی چھپاتے ہوئے جواب دیا۔ "تو پھر یہاں کیوں سر کھپا رہے ہو؟" وہ شخص احتجاجاً چیخا۔ "اس لیے کہ یہاں گلی میں روشنی ہے اور اندر اندھیرا، میں نے سوچا اندر تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا چلو ادھر ہی ڈھونڈنے کی کوشش کر لیتا ہوں"۔

اندر کے اندھیروں کے خوف سے باہر کی روشنیوں کے پیچھے بھاگنے سے کچھ ہاتھ نہیں لگے گا۔

کارپوریٹ پاکستان میں ہر لیڈر، ہر مینجر ہر لیول پر تلاش میں ہے۔ کس چیز کی تلاش؟ کسی گروتھ سٹریٹجی کی تلاش، کسی لیڈرشپ فریم ورک کی تلاش، کسی لرننگ ماڈل کی تلاش، کسی نئے کلیے، نئے زاویے، نئی تکنیک کی جس سے اس کی سیلز بڑھ جائے، اس کے نتائج بہتر ہو جائیں، منافع بڑھ جائے، اس کی دھاک بیٹھ جائے۔

اس کے باوجود ہم میں سے اکثر کے نتائج وہ نہیں ہیں جو ہونے چاہئیں۔

اپنے آپ سے اور خود کی صلاحیتوں کی حدوں سے ناواقف کارپوریٹ مینجر اور لیڈر باہر کے مینجمنٹ گروؤں کی بے جا تقلید کر کے، ان کے ماڈلز اور باتوں کو بلا چوں چراں اگر اپنے ادارے اور لوگوں پر تھوپیں گے تو کچھ ہاتھ نہیں لگے گا۔

پیٹر ڈرکر کی بات کئی بار ذہن میں بھی نہیں اُترتی جبکہ بلھے شاہؒ کی ہر بات سیدھی دل پہ لگتی ہے۔

ہمارے اور ان کے لوگوں میں فرق ہے، کلچر فرق ہے، ماحول فرق ہے، عقائد، خیالات، پس منظر، توقعات سب فرق ہیں۔ پھر ایک سائز سب پہ کیسے فٹ آ سکتا ہے؟

کئی سال پہلے میں بھی باہر کے مینجمنٹ گروز کے پیچھے پڑا تھا۔ ان کے ماڈلز کی چکا چوند

روشنی کی طرف مائل تھا۔ لیکن میری چابی تو اندر ہی گم ہوئی تھی۔ بابا فریدؒ نے مجھے میرے اندر کی چابی ڈھونڈنے میں مدد دی۔ جب یہ چابی مل گئی تو سبھی تالے کھلتے چلے گئے۔ زندگی کی گاڑی دوڑنے لگی۔

آپ کی چابی کہاں گم ہوئی ہے؟

آپ اُسے کہاں ڈھونڈ رہے ہیں؟

آپ کے ادارے کی ترقی اور کامیابی کی چابی اپنے اندر کے "مینجمنٹ گروز" کے ہاتھ میں ہے۔ ان کو ڈھونڈیے، انھیں پڑھیے، ان پر بھروسہ کیجیے کیونکہ وہ ہم میں سے ہیں اور ان روشنیوں سے کہیں بہتر ہیں جن کے پیچھے آپ بھاگ رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں فوراً کئی سوال اُبھرے ہوں گے:

کیا ان بابوں کی عقل بھری باتوں کو آج کی پیچیدہ بزنس کی دنیا میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟

کیا مشکلات میں گھرے ایک لیڈر یا مینجر کو ان باتوں سے اپنے بزنس کے مسائل حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے؟

کیونکہ یہ عقل وفہم کی باتیں پرانے وقتوں کی ہیں۔ تو کیا آج بھی یہ قابلِ عمل ہیں؟ کیا ان کا اطلاق آج پہ بھی ہوسکتا ہے؟

کیا کاروباری، تعلیمی، سیاسی اور غیر رسمی ادارے صوفی بزرگوں کی اس دانش کو کامیابی سے استعمال کرسکتے ہیں؟

کیا ہم اپنے صوفیوں کی شاعری کے اندر چھپے قیمتی خیالات کو اپنی زندگی، کاروبار، تعلقات سنوارنے میں استعمال کرسکتے ہیں؟

میرا جواب ہے ایک بہت بڑی "ہاں"۔

پریشان مت ہوں۔ میں خود بڑا عرصہ انھیں سوالوں سے لڑتا رہا ہوں۔ لیکن آج بڑے فخر سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ٹائم مینجمنٹ بابا فریدؒ سے سیکھی ہے۔ میں نے این ایل پی سلطان باہوؒ سے سیکھی ہے۔ لیڈر شپ کی سائنس مجھے بابا بلھے شاہؒ نے سمجھائی ہے۔

کوچنگ اور مینٹورنگ کے زریں اصول میں نے وارث شاہؒ سے سیکھے ہیں۔ میں نے تعلقات بنانے اور نبھانے کی سائنس میاں محمد بخشؒ سے سیکھی ہے۔ کامیابی کے اصول میں نے شاہ حسینؒ سے سیکھے ہیں۔

میں نے اپنی پوری زندگی میں ان سے بہتر مینجمنٹ گرو نہیں دیکھے۔ ان کی باتیں، افکار، تکنیک اور اصول زندگی کے ہر شعبے میں استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔

آج میری زندگی کا مشن ہے کہ جن اصولوں نے میری ذاتی اور پیشہ وارانہ زندگی میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔ انھیں آپ تک پہنچاؤں۔ میری پرخلوص خواہش ہے کہ آپ بھی صوفی دانشوروں کی کوچنگ سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنی من پسند زندگی کو خواب سے حقیقت بنا دیں۔

-02-

خزانے کی تلاش

ایہہ تن رب سچے دا حجرہ، وچ پا فقیرا جھاتی ھو
نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو

سلطان باھُوؒ: لائف کوچ

ماڈرن سائیکالوجی، نیورولنگوسٹک پروگرامنگ کے ماہرین اور پرسنل ڈویلپمنٹ کا ہر گرو اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ سب کچھ آپ کے اندر ہے۔ کر دکھانے کے تمام وسائل، صلاحیتیں، خاصیتیں اور ذرائع آپ کے اندر ہی ہیں۔ ہمارے لائف سٹریٹجسٹ سلطان باھوؒ یہ بہت پہلے ہی کہہ گئے تھے۔

میں نے جس دن سلطان باھو کی یہ بات پڑھی میری زندگی بدل گئی۔ حالانکہ یہی بات

میں نے ٹونی رابنز کی مشہور کتاب 'اَن لیمٹیڈ پاور' میں بھی پڑھی تھی، لیکن سچی بات ہے کہ دل مانا نہیں کہ سب کچھ میرے اندر ہی ہے۔ لیکن وہی بات جب سلطان باہو کی زبانی سنی تو میرا شک رفو چکر ہوگیا۔ اس بات کی تصدیق بعد میں مجھے شاہ حسینؒ اور بابا فریدؒ کے ہاں بھی ملی تو 'سب کچھ میرے اندر ہی ہے' والی بات میرے ایمان کا حصہ بن گئی۔ آج کئی سالوں سے میں اپنی ہر ٹریننگ، ہر سیمینار میں اس بات کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پوری شدت، پوری ایمانداری اور پورے یقین سے پھیلاتا ہوں۔

پچھلے چودہ سالوں میں اپنے سینکڑوں ٹریننگ پروگراموں میں اس شعر کو میں نے سنایا اور لوگوں کی کایا پلٹائی۔ خود کو پہچاننے سے، اپنے اندر جھانکنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ سارا اعتماد، تخلیقی سوچ، خیالات، افکار، ہمت، جوش اور وسائل جو ہمیں چاہیے تھے، جنھیں ہم کب سے خود سے باہر تلاش کر رہے تھے، وہ تو ہمارے اندر ہی موجود ہیں۔ لیکن ہم 'باہر' کی تلاش میں اتنے مصروف تھے کہ کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ یہ سب تو پہلے ہی سے ہمارے پاس موجود ہے۔

کئی سال پہلے میں بے سمت مسافر کی طرح کامیابی کے لیے اِدھر اُدھر بھاگ رہا تھا۔ دوسروں کا اعتماد، لباس، سٹائل، خیالات، لکھنے کا انداز، بولنے کا کمال دیکھ کر سوچتا تھا کبھی میں بھی ایسا کر سکوں گا؟ حیران ہوتا کہ یہ سب کس سے اُدھار مانگوں؟ میں سوچتا تھا کاش مجھے ٹونی رابنز سے اعتماد مل جائے، جیک کینفیلڈ سے لکھنے کی صلاحیت مل جائے۔ برائن ٹریسی کی طرح بولنا آجائے، کین بلینچرڈ کی طرح اپنے خیالات کو ترتیب دینا آجائے۔ ٹونی بوزان کی طرح سوچنا آجائے، ایڈورڈ ڈی بونو کی جیسی تخلیقی صلاحیت آجائے، لیس براؤن کی طرح دوسروں کو انسپائر کرنا آجائے اور جم ران کی طرح کی کمیونی کیشن آجائے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی مجھے اپنی صلاحیت اُدھار دینے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ بالآخر سلطان باہوؒ کے اس ایک ہی قول نے میری زندگی کو اُکھاڑ پچھاڑ دیا۔

''کیا واقعی سب کچھ میرے اندر ہے؟''

مجھے یقین نہیں آتا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھ میں بھی وہی صلاحیت اور ٹیلنٹ ہو؟ میں کیسے لوگوں کے سامنے بول سکتا ہوں، میں کیسے لکھ سکتا ہوں؟ میں تو دوسروں کی طرح نہیں ہوں۔

لیکن آج پتہ چلا کہ سلطان باہوؒ صحیح کہتے تھے۔ یہ سب کچھ میرے اندر تھا لیکن چونکہ میں خود سے نا آشنا تھا، خود کی پہچان نہیں تھی۔ اپنی ذات کے آئینے کو کبھی ٹھیک سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت سے ناواقف رہا۔ لیکن آج خود کو جاننے کے ذریعے میں وہ سب ہر روز کرتا ہوں جو آج سے کچھ سال پہلے میں خوابوں میں بھی کرنے کا سوچتا نہیں تھا۔

آج میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اپنی کامیابی کے لیے اگلا قدم اُٹھانے کے لیے جو بھی چاہیے، وہ صرف آپ ہی کے پاس ہے۔ اسے کہیں اور تلاش نہ کیجئے۔

ایک کسان جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ اسے شاہین کے ایک اُجڑے ہوئے تباہ شدہ گھونسلے میں ایک انڈہ پڑا نظر آیا۔ اُس نے کچھ سوچ کے انڈہ اُٹھالیا۔ گھر آ کر اس نے اپنی مرغی کے باقی انڈوں کے ساتھ اسے بھی رکھ دیا۔ کئی دنوں کے بعد جب مرغی کے انڈوں سے بچے نکلے تو شاہین بھی اپنے انڈے سے نمودار ہوا۔

اس کی نظر اپنے آس پاس چوزوں پر پڑی اور انہی کو اپنا سب کچھ مان لیا۔ وہ انہی چوزوں کی طرح پورا دن گزارتا۔ انھیں کی طرح گھومتا پھرتا، خوراک ڈھونڈتا، کھیل کود کرتا اور سو جاتا۔

ایک عرصے تک وہ یہی چوزوں والی زندگی گزارتا رہا۔ اسے کبھی بھی شاہین والی اُڑان کی طاقت کا احساس تک نہ ہوا۔

ایک دن اچانک اس کی نظر دُور اوپر آسمانوں میں ہوا کے دوش پر تیرتے خوبصورت شاہین پہ پڑی۔ اُس نے حسرت کی نگاہ سے شاہین کی اُڑان کو دیکھا اور آہ بھر کے بولا ''کاش میں بھی ایک شاہین ہوتا۔''

چوزوں کی طرح زندگی گزارتے گزارتے ہم اپنی اُڑان کی اصل طاقت کو نہ صرف بھلا دیتے ہیں بلکہ آہستہ آہستہ اسے کھو ہی دیتے ہیں۔ پھر ہم اپنے آس پاس لوگوں کی اونچی اُڑان دیکھ کر حسرت سے کہتے ہیں ''کاش میں بھی..........'' لیکن سچ تو یہ ہے کہ آپ بھی اسی اونچی اُڑان کے لیے تخلیق کیے گئے تھے۔

آج وقت آ گیا ہے کہ اپنے اندر کی اندھی طاقت کو پہچانیں۔ چوزوں کے طرزِ عمل کو بائے بائے کہیں۔ اس خزانے کی تلاش کے سفر سے واپس آ جائیں جو آپ کے اپنے کھیتوں تلے دفن ہے۔ اس خزانے پر اپنی ملکیت کا جھنڈا گاڑ دیں۔

یاد رکھیے، اپنے سارے خوابوں، ساری آرزوؤں، سارے منصوبوں کو پورا کرنے کی بے بہا طاقت پروردگار نے آپ کے اندر رکھ دی ہے۔ اگر اپنے خدا پر بھروسہ ہے تو پھر اپنی طاقت، اپنی صلاحیت اور اپنی کوشش پر بھروسہ کریں۔ کیونکہ لازوال زندگی کی حامل کامیابی کے لیے آپ کو درکار آبِ حیات آپ کے اپنے پاس ہے، کسی اور کے پاس نہیں۔

ڈھونڈن والا ریہا نہ خالی، ڈھونڈ کیتی جس سچی
ڈھونڈ کریندا جو مُڑ آیا، ڈھونڈ اوہدی اے کچی

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

-03-

پہچان کی چابی

ثابت صدق تے قدم اگیرے تائیں رب لبھیوے ہو
نام فقیر تنہاں دا باہو قبر جنہاں دی جیوے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

خود کی پہچان کیا ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟

میری نظر میں اپنی پہچان کا مطلب ہے:

خود کو جاننا، اپنی صلاحیتوں کو پہچاننا، اپنے ارادوں، سوچوں اور رویوں کی مکمل ذمہ داری اُٹھانا، اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا، اپنے ٹیلنٹ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا، خود کو اپنے تنقیدی حملوں سے بچانا، ہر عمل کے پیچھے اپنے محرکات کو پہچاننا۔

لیڈر شپ گرو سلطان باھوؒ نے خود کو پہچاننے کے عمل کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

اپنی پہچان، جو بالآخر اپنے ربّ کی پہچان کرانے کا سبب بن جاتی ہے، کی بنیاد چار چیزوں پر ہے:

1- نیت کی پاکیزگی

2- کوشش میں اخلاص

3- خدا کی جستجو

4- لازوال کامیابی کی طرف قدم پیشی

خود آگہی سے مالامال لوگوں کی پہلی طاقت ان کی نیت کا اخلاص ہے۔ ان کی سوچ اور ارادے خالص ہوتے ہیں۔ وہ کسی کا بُرا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی لگن میں سچے ہوتے ہیں۔

ان کی دوسری نشانی یہ ہے کہ ان کے قدم ہمیشہ اپنے مقصد کی سمت میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ کوئی رکاوٹ، کوئی پریشانی، کوئی دھمکی، کوئی حوصلہ شکنی ان کا رستہ نہیں روک پاتی۔ یہ لوگ کوشش کے اخلاص میں بھی درجۂ کمال پہ فائز ہوتے ہیں۔ ان کی نیت اور کوشش ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی خود آگہی انھیں خدا سے قریب لے آتی ہے۔ یعنی خود آگہی کی تیسری نشانی یہ ٹھہری کہ یہ لوگ ہمیشہ وہ کرتے ہیں جس سے اُن کو خدا کا قرب حاصل ہو جائے۔

اس کے برعکس جن لوگوں کی نیت میں فتور اور کوشش میں فرار ہو انھیں خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

خود آگہی کی چوتھی نشانی ایسا انسان بننے کی جستجو ہے جس کے جانے کے بعد بھی اس کا نام، اُس کا کام، اُس کا نشان باقی رہے۔

’ثابت صدق‘ یعنی نیت کی پاکیزگی، ارادے کی مضبوطی کا مطلب کیا ہے؟

اس کا مطلب ہے شک کی عدم موجودگی۔ جہاں مضبوط ارادے ہوں وہاں شک کی جگہ یقین لے لیتا ہے۔ یہی یقین خود آگہی کے زیور سے آراستہ لوگوں کو آگے بڑھنے کی طاقت دیتا ہے۔

ثابت صدق کیوں ضروری ہے؟

اس لیے کہ جن لوگوں کی نیت خالص اور دل صاف ہو وہی منزلِ مراد پاتے ہیں۔ ابھی بھی یقین نہیں آ رہا میری بات کا؟ تو لیجیے میرے ایک اور پسندیدہ گرو بابا بلھے شاہؒ کی بات مان لیں۔

بلھیا! قول الف دے پورے
جیہڑے دل دی کرن صفائی

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

خدا کے وعدے صرف انہی لوگوں کے لیے پورے ہوتے ہیں جو اپنے دل کو صاف رکھتے ہیں، نیت کو پاک رکھتے ہیں، اپنے ارادوں میں خالص ہوتے ہیں اور ہر لمحے اپنے رب کی جستجو میں رہتے ہیں۔

دل کو صاف اور نیت کو پاکیزہ رکھنے کا اجر کیا ملتا ہے؟ اس کا جواب میاں محمد بخشؒ سے پوچھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

سچے مرد صفائی والے، جو کجھ کہن زبانوں
مولا پاک منیندا ایہو پکی خبر اسانوں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

خود کی پہچان رکھنے والے، خالص نیت اور پاکیزہ کوشش کرنے والے لوگ خدا کے قرب میں اس مقام تک جا پہنچتے ہیں کہ ان کی آرزوؤں اور خوابوں پر خدا اپنی قبولیت کی مہر لگا دیتا ہے۔ وہ جو سوچتے ہیں، جو کہتے ہیں.........خدا ویسا ہی کرتا جاتا ہے۔

لیکن صوفی مینجمنٹ گرو یہ بھی خوشخبری دے رہے ہیں کہ خدا کا قرب حاصل کرنے اور اس سے اپنی بات منوانے کے لیے، آپ کا چلّے کاٹنا، فقیر بننا اور کوئی خاص حلیہ اختیار کرنا ضروری نہیں۔

کوئی بھی شخص چاہے وہ ایک ٹینس کا کھلاڑی ہو یا ادیب، ٹریفک سارجنٹ ہو یا سائنسدان، لکھاری ہو یا پینٹر، اتھلیٹ ہو یا میوزیشن، ڈریس ڈیزائنر ہو یا سیاستدان، اُستاد ہو یا کسی ادارے کا سربراہ.........جس کی نیت پاکیزہ ہوگی، دل صاف ہوگا، کوشش پکی ہوگی وہ اپنے ربّ سے ضرور جُڑ جائے گا۔ جو اُس سے جُڑ گیا کامیابی، خوشحالی، نیک نامی، عزت اس سے جُڑ جائے گی اور جو وہ چاہے گا خدا ویسا ہی کرتا جائے گا۔

میاں محمد بخشؒ بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں کیونکہ انھیں اس بات کی 'پکی خبر' ہے۔

ذکر کنوں رب حاصل تھیندا ، ذاتوں ذات وسیوے ہو
دو ہیں جہان غلام تنہاں دے، جنہاں ذات لبھیوے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

-04-

جاگو جاگو!

اُٹھ جاگ گھراڑے مارئیں
ایہ سون تیرے درکار نئیں

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

کبھی کسی کو آپ نے جاگتے ہوئے، چلتے ہوئے، 'خراٹے' مارتے دیکھا ہے؟ یقیناً کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔ خراٹے تو ہم صرف نیند کی حالت میں مارتے ہیں۔

لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیند میں چلنے کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ ہم میں سے کئی بظاہر دنیا کے سامنے ''جاگ'' رہے ہوتے ہیں۔ دفتر جاتے ہیں، کام کاج کرتے ہیں، لیکن اندر سے سوئے ہوتے ہیں۔ ہم سب کی زندگی میں صبح، دوپہر، شام کئی بار الارم بجتے ہیں

''جاگو جاگو'' کی صدائیں آتی ہیں لیکن ہم الارم بند کر کے سوئے رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ ہم سوئے رہنے میں مزا اور جاگ جانے میں درد محسوس کرتے ہیں۔

ہم سوئے رہتے ہیں اور زندگی ہمارے ساتھ ہاتھ کر جاتی ہے۔ جب تک ہم جاگتے ہیں، بہت کچھ لٹ چکا ہوتا ہے۔ ٹرین میں سوئے ہوئے اس مسافر کی طرح پھر ہم ہڑبڑا کے اُٹھتے ہیں جو اپنا سٹیشن بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوتا ہے۔ ہم احتجاج کرتے ہیں، دوسروں کو کوستے ہیں، اپنی بھڑاس نکالتے ہیں لیکن فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔

مینجمنٹ گرو بابا فریدؒ کی بات مانیئے۔ جاگ جایئے:

رات کتھوری ونڈے ، ستیاں ملے نہ بھاؤ
جنھاں نین نیندر والے تنھاں ملن کواؤ

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

اگر کسی کا جسم نیند میں مزے اڑانا چاہے اور اس کا دل اپنے عشق کی راہ پہ قدم اٹھانا چاہے تو کس کی بات مانی جائے؟ جان لیجئے جس راہ پہ آپ چلیں گے وہی راہ آپ کی پہچان بن جائے گی۔ نیند کی راہ یا عظمت کی راہ؟

کوئی عظیم شخص آج تک سوتے ہوئے عظیم نہیں بنا۔ نیند میں چلتے رہنے والے یقیناً عظمت اور بلندی کے راستوں سے بے خبر ہی رہتے ہیں۔ جاگنے والے سے سونے والے کا کیا مقابلہ؟

نیند سے عشق کی عادت، بلندیوں پہ سربلند لوگوں کو بھی نیچے گرا دیتی ہے۔ کام سے عشق زمین بوس لوگوں کو بھی بلندیوں سے سرفراز کر دیتا ہے۔

''جاگو جاگو'' میں کیا پیغام چھپا ہے؟

’جاگو جاگو‘ کا مطلب ہے زندگی جیسی ہے اسے ویسا ہی دیکھو۔ نہ اس سے بدتر اور نہ ہی اس سے بہتر۔ ’جاگو جاگو‘ میں چھپا ہے پیغام اپنی زندگی کی ذمہ داری اُٹھانے کا، اپنا احتساب کرنے کا، الزام تراشیاں چھوڑ کے اگلا قدم اُٹھانے کا۔ ’جاگو جاگو‘ کا مطلب ہے اپنے آس پاس بدلتے حالات کو سمجھو، ان سے نبھاہ کرو اور انھیں بدلنا سیکھو۔ اپنی صلاحیتوں کو پہچانو، انھیں استعمال میں لاؤ۔ اپنی طاقت کو سمجھو، اسے زندگی بنانے میں لگا دو۔

بابا فریدؒ کہتے ہیں:

جے توں عقل لطیف، کالے لکھ نہ لیکھ
آپنے گریوان میں سر نیواں کر دیکھ

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

’جاگو جاگو‘ کی صدا تقاضہ کرتی ہے کہ اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے خود پہ انحصار کریں۔ اپنے گریبان میں جھانکنے سے آپ کو پتہ چلے گا کہ رشتوں ناطوں کو نبھانے میں آپ سے غلطی کہاں ہوئی ہے؟ خود کو سنوارنے کے عہد کو آپ نے کب کب توڑا ہے؟ کامیابی کی دوڑ میں کب کب آپ نے خود کو اپنے ہاتھوں سے پچھاڑا ہے؟ آپ پہ انکشاف ہوگا کہ آپ کا سب سے بڑا دشمن کوئی اور نہیں...... خود آپ ہی ہیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ آپ کے ’نیند کے خراٹے‘ دوسروں کے لیے اتنے تکلیف دہ نہیں ہیں جتنے ’جاگنے کے خراٹے‘۔

’جاگو جاگو‘ کا مطلب ہے کہ آج سے میں دوسروں کو اپنے خراٹوں سے متنفر نہیں کروں گا۔

مینجمنٹ گرو بابا فریدؒ اس تھیوری سے بھی پردہ اُٹھا رہے ہیں کہ جاگنے کا مطلب ہے کہ اپنے لیے ”کالی قسمت“ کا انتخاب نہ کریں۔ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی قسمت خراب نہ کریں۔ کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں کہ انسان کی قسمت خود اس کے اپنے اعمال کے ہاتھوں میں ہے؟ جو ہاتھ اس کی تقدیر کا تعین کرتا ہے وہ تو اس کا اپنا ہی ہے۔ بابا فرید چیلنج کر رہے ہیں کہ اگر تم

میں ذرا بھی عقل ہے تو اپنے نصیب برباد نہ کرو۔ کالے نہ کرو۔ اس وقت تم تباہی کے جس دہانے پہ بھی ہو کسی اور پر اس کا الزام مت تھوپو۔ اگر ایمانداری سے اپنے گریبان میں جھانکو گے تو جان جاؤ گے کہ تم ہی خود کو اس حال تک پہنچانے کے ذمہ دار ہو۔

اب تو جاگ مسافر پیارے
رین گئی ، لٹکے سب تارے

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

نیند میں چلنے والوں کو ہمارے مینجمنٹ گرو "ویک اپ کال" دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ہم میں سے کتنوں کو لوگ جگا جگا کر تھک جاتے ہیں لیکن ہم نیند کی آغوش سے نکلنے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ بالآخر نیند میں چلتے چلتے ہم بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ بہت کچھ کھو دیتے ہیں۔
بابا بلھے شاہؒ نے تو نیند سے جگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میری تو آنکھیں بھر آئیں جب میں نے بلھے شاہؒ کی دل کو چھو لینے والی یہ تحریر پڑھی:

جو کجھ کر سکیں، او کجھ پاسیں
نہیں تے اوڑک پچھو تاسیں
سُنجی کونج وانگوں کُرلا سیں
کھمباں باجھ اُڈار نئیں
سنبھل سنبھل قدم اُٹھاویں
فیر آون دوجی وار نئیں

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

''جاگو جاگو'' کا دل ہلانے والا پیغام یہ بھی ہے کہ زندگی میں آپ کو صرف وہی ملے گا جس کی آپ کوشش کریں گے۔ جو کریں گے وہی بھریں گے۔ اس سے پہلے کہ آپ شکائیت کریں دوسروں کی اُونچی اُڑانیں بھرنے کی اور خود کے پیچھے رہ جانے کی۔ یاد رکھئے، پروں کے بغیر کوئی پرواز ممکن نہیں۔ آپ نے اپنے بل بوتے پہ اپنے پروں کو اونچی اُڑان کے لیے تیار کرنا ہے۔ اپنے پروں کی طاقت کو بھروسے کے لائق بنانا ہے۔

''جاگو جاگو'' کی آخری نصیحت یہ ہے کہ اپنے کیریئر، ادارے، ذاتی اور پیشہ وارانہ زندگی کا ایک ایک قدم پھونک پھونک کے اُٹھائیں...... پتہ ہے کیوں؟ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ دوبارہ اس دنیا میں آنے کا کبھی آپ کو موقع نہیں ملے گا۔ جو کرنا ہے ابھی کرنا ہے۔ اسی زندگی میں، انھی مشکلات کے نرغے میں، انھی وسائل کے ساتھ، انھی مسائل کے ساتھ، انہی لوگوں کے ساتھ اور انہی رکاوٹوں کے ساتھ۔

تو پھر نیند میں چلنا چھوڑ یئے، اپنے جاگنے کا کچھ اس طرح اعلان کیجئے کہ دنیا کو لگ پتہ جائے کہ آپ جاگ گئے ہیں۔ اور اپنی قسمت اپنے ہاتھوں سے لکھنے کے لیئے، بنانے کے لیئے اور سنوارنے کے لیئے تیار ہیں۔

جاگ جایئے۔ زندگی کی دوڑ میں اپنی طاقتوں کو صحیح سمت میں گامزن کیجئے۔ کامیابی آپ کی منتظر ہے۔

-05-

کامیابی کا فارمولا

آپ سنواریں میں ملیں، میں ملیاں سکھ ہوئے
جے توں میرا ہو رہیں، سب جگ تیرا ہوئے

باباؒ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

جس نے خود کو پہچان لیا وہی تو خالق تک پہنچ پائے گا۔

اپنے آپ کو جانے بغیر خود سے رشتہ جوڑنا ممکن نہیں۔ جو خود سے نہ جڑ سکا وہ دوسروں سے کیا جڑے گا۔ وہ اپنے خدا سے کیا جڑے گا؟ اپنے مشن سے کیسے جڑے گا؟

لیکن جو خود سے جڑ گیا اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔

شاہ حسینؒ جیسا ماہر نفسیات ہی یہ گتھی سلجھا سکتا ہے:

بندے آپ نوں پچھان
جے تیں اپنا آپ پچھاتا
سائیں دا ملن آسان

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

’سائیں‘ سے یہاں مراد بظاہر خدا کی ذات ہے۔ دائمی، سچی اور لازوال کامیابی صرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو خود کو اور اپنے خالق کو پہچان جائے۔ میرا خیال ہے سائیں کے معنی یہاں کافی وسیع ہیں۔ میری نظر میں سائیں سے مُراد ہر وہ چیز بھی ہے جو آپ زندگی میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن تمام کامیابیوں کا آغاز یہی نقطہ ہے جس کی بنیاد خود کو پہچاننے اور جاننے پر ہے۔

خود کو پہچاننے سے اگلا مرحلہ خود کو سنوارنے کا ہے۔ جو خود کو جانتا ہی نہیں وہ سنوارے گا کیا؟ خود کے اندر جھانکنے سے پتہ چلے گا کہ کون سے ٹیلنٹ، صلاحیتیں، خوبیاں اور خواب اندر چھپے بیٹھے ہیں۔

خود کو سنوارنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ ہمارے صوفی مینجمنٹ گروز سے ہی اس کا جواب پوچھتے ہیں۔

خود کو سنوارنے کا مطلب اپنی ذات کی اس طرز پر تعمیر کرنا ہے جو خالق کو پسند آ جائے۔ خود کو سنوارنے والوں کا رابطہ اپنے خدا سے خود بخود جڑ جاتا ہے۔ خود کو سنوارنا اور خدا سے جڑنا دراصل دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ جتنا آپ اپنی ذات کی نشوونما کرتے جاتے ہیں، خدا کے بنائے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی شخصیت کے تمام پہلوؤں میں بہتری لاتے ہیں، آپ خدا کے قریب تر پہنچتے جاتے ہیں۔

خود کو سنوارنے والوں کو خدا مل جاتا ہے اور جس کو خدا مل جائے اسے بھلا اور کس چیز کی

ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

اس لیے کہ خدا کا یہ اپنا وعدہ ہے کہ اگر تم میرے ہو جاؤ گے تو ساری دنیا تمہاری ہو جائے گی۔

تو پھر کون ہے جو ساری دنیا کو سر نہیں کرنا چاہتا؟ کیا آپ نے کبھی پوری دنیا پر راج کرنے کا نہیں سوچا؟ کیا آپ پوری دنیا پہ اپنی دھاک بٹھانے کے بارے میں سیریس نہیں ہیں؟ کیا آپ اپنے فن، اپنے جنون اور اپنی صلاحیت سے دنیا کو حیران کرنا چاہتے ہیں؟ اس دنیا کے اُفق پر کامیابی کا چمکتا ستارہ کون نہیں بننا چاہتا؟

آج آپ کو بابا فریدؒ نے دنیا فتح کرنے کا فارمولا بھی سمجھا دیا۔

دنیا کو فتح کرنا ہے تو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنا ہوگا۔ اس کا بن کے دکھانا ہوگا۔ اس کی راہ پہ چلنا ہوگا۔ اپنے ارادوں اور خوابوں کو اس کی رضا کے تابع کرنا ہوگا۔ گویا خدا کا بن کے دکھانا ہوگا۔

لیکن اپنے خدا سے رشتہ جوڑنے کے لیے خود کو اس قابل بنانا ہوگا۔ ثابت کرنا ہوگا کہ آپ خدا سے ملنے کے لائق ہیں۔ اس سے جڑنے کے لیے تیار ہیں۔

خدا سے جڑنے کے لیے خود کو سنوارنا پہلا قدم ہے۔ جب تک خود کو سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیں گے خدا بھی آپ کی طرف دھیان نہیں دے گا۔ ایک بار اس کا دھیان آپ پہ پڑ گیا تو دنیا کا دھیان آپ سے ہٹے گا ہی نہیں۔

تو پھر کامیابی کا فارمولا سمجھ میں آیا؟

1- خود کو سنوارو

2- خدا سے جڑ جاؤ

3- خدا کے ہو جاؤ

4- دنیا خود بخود تمہاری ہو جائے گی۔ ساری کامیابیاں، ساری عزتیں، ساری خوشیاں، ساری ترقیاں خود بخود آپ کی جھولی میں آن گریں گی۔

اگر خود کو سنوارنا ہی ساری کامیابیوں کا نقطۂ آغاز ہے تو پھر خود کو سنوارنے کی سائنس کو کہاں سے سیکھیں؟ میں نے کئی سال پہلے یہی سوال بابا فریدؒ سے پوچھا۔ ان کا جواب کچھ یوں تھا۔

فریدا راتیں وڈیاں دُھکھ دُھکھ اُٹھن پاس
دھرگ تنہاں دا جیویا ، جنہاں وڈانی آس

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

کچھ لوگ زندگی کو ایک لمبی رات کی طرح سمجھتے ہیں اور رات بھر سوئے رہتے ہیں۔ پہلو بدل بدل کے ان کے جسم میں دردیں شروع ہو جاتیں ہیں۔ لیکن ان دردوں کے باوجود وہ نیند سے بیدار نہیں ہوتے۔ انھیں سونے میں، گویا درد میں مزا آتا ہے۔

یہ لوگ پتہ ہے کیوں سوئے رہتے ہیں؟ کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ اگر وہ سوئے رہیں گے تو ان کے حصے کے کام کوئی اور کرتا رہے گا۔

یہی ہے زندگی سنوارنے کا پہلا اصول۔ اپنی زندگی کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لینا۔ دوسروں پہ آس اُمید نہ رکھنا۔ جو لوگ دوسروں سے توقعات باندھتے ہیں، اُن کے جینے کو تو بابا فریدؒ جینا ہی نہیں سمجھتے۔ زندگی تب سنورتی ہے جب انسان کی ساری اُمیدوں کا محور و مرکز خود اس کی اپنی ذات ہو۔

لیڈرشپ گرو سلطان باہوؒ کے خیالات بھی کچھ اسی قسم کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

گندم دانا بہتا چگیا ہُن گل پئی ڈور ازل دی ھو
غیر دے ہتھیں سٹ کے باھوؒ نہ رکھئے اُمید فضل دی ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

غیر کے ہاتھوں میں اپنی کامیابی کی ڈور تھما کے پھر اچھے کی توقع رکھنا بے وقوفی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کی، اپنا نالج بڑھانے کی، اپنے ہنر کو کمال کے درجے تک پہنچانے کی، اپنی سوچوں کو بلند رکھنے کی، اپنے ٹیلنٹ کو نکھارنے کی ساری کی ساری ذمہ داری صرف اور صرف ہماری ہے۔ کسی اور کی نہیں۔

جتنی جلدی آپ اس بات کو پلے باندھ لیں گے بابافریدؒ اتنی جلدی آپ کی زندگی سنور جانے کی گارنٹی دے دیں گے۔

دوسرا پڑاؤ

مشن کی تلاش

-06-

مشن امپوسیبل

چار گوائیاں ہنڈھ کے، چار گوائیاں سم
لیکھا ربّ منگیسیا: توں آیوں کیہڑے کم؟

بابا فرید: مینجمنٹ گرو

’’میں کون ہوں؟ دنیا میں کس لیے آیا ہوں؟ کیا میرے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟ کیا میں اس مقصد کی طرف بڑھ رہا ہوں؟ کیا میں اس مقصد کو پورا کر پاؤں گا؟‘‘

ان سوالوں نے کبھی نہ کبھی ہم سب کو ضرور جھنجھوڑا ہوگا۔ میں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ ہم میں سے کوئی بلاوجہ اس سیارے پر اُتار دیا گیا ہو۔ تو پھر اس مقصد کی تلاش کیسے کی جائے؟ اسے کہاں سے ڈھونڈا جائے؟

اس مقصد کی پہچان کا عمل خود کی پہچان سے شروع ہوتا ہے۔ اگر خود کو جان جائیں گے تو اپنے ہدف اپنی منزل اور اپنے گول کی خود بخود سمجھ آ جائے گی۔

اپنے آپ کی پہچان، ترقی، خوشحالی اور کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔ اپنی پہچان کے لیے ہمیں آئینے کی بجائے اپنے اندر جھانکنے کی جرأت کرنی چاہیے۔ باہر کے آئینوں کی بجائے دل کے آئینے پہ بھروسہ کرنا چاہیے۔ اپنے اندر جھانکیں گے تو پتہ چلے گا کہ آپ کتنے مالا مال ہیں۔

اپنے اندر جھانکنے سے کیا ملے گا؟ آپ کے دل کی گہرائیوں میں کہیں خدا نے چھپا کے رکھ دیا ہے، آپ کی زندگی کا مقصد۔ خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا مقصد۔ یہ مقصد آپ کے جینے کی وجہ ہے۔ آپ کے اس سیارے پہ اُتارے جانے کا سبب ہے۔ خود کی پہچان دراصل اسی مقصد کی پہچان ہے۔

دل کے آئینے میں تسلسل سے جھانکتے رہنے سے آپ پہ عیاں ہوگا کہ اس مقصد کو پانے کے لیے جو کچھ آپ کو درکار ہے وہ سب بھی آپ کے اندر ہی دستیاب ہے۔ ہر تالے کی چابی آپ کے اندر ہے۔

جب آپ اپنے دل میں جھانکتے ہیں تو آپ کی ذات میں دو تبدیلیاں آتی ہیں۔ یہ دو تبدیلیاں اس بات کی نشانی ہیں کہ آپ ''دل کی صفائی'' کے عمل سے گزر چکے ہیں۔

مٹھی پریت انوکھڑی لگ رہی
گھڑی پل نہ یار وسارنی ہاں
بلھا! شوہ تے کملی میں ہوئی
سُتی جاگدی یار پکارنی ہاں

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

1- آپ کا رُخ دوسروں کی خدمت کی طرف مڑ جاتا ہے۔

2- آپ کا رُخ خدا کی طرف مڑ جاتا ہے۔

دوسروں کی خدمت اور خدا سے ناطہ دراصل ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ جب آپ دل کی گہرائیوں میں اُترتے ہیں تو آپ کو خدا سے رشتہ جوڑنے کا موقع ملتا ہے۔ اور جیسے ہی آپ اس سے لو لگاتے ہیں، انسانیت کی خدمت، دوسروں کے لیے کچھ کر گزرنے کی خواہش خود بخود دل میں جڑ پکڑنے لگتی ہے۔ خدا کی طرف رُخ کرنا اور دوسروں کی خدمت کرنا ایک ہی ندی کے دو کنارے ہیں۔ ان میں سے جس سے بھی آپ پہلے مل جائیں وہ دوسرے سے آپ کی ملاقات خود ہی کروا دیتا ہے۔

اگر آپ کے دل میں کبھی بھی دوسروں کے لیے کچھ کرنے کا احساس جاگا ہو سمجھ جایئے اس لمحے آپ اپنے 'صاف دل' اور 'پاکیزہ نیت' والے اندر کے انسان کو پہچان رہے تھے۔ اس لمحے میں آپ خدا کے قریب تھے۔ جس وقت کوئی انسان زمین پر بسنے والے اربوں لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی کچھ اچھا کرنے کا سوچے، اس کے دل میں دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا خیال جگمگائے، سمجھ لیجئے خدا نے اس کے دل میں گھر کر رکھا ہے۔

لیکن جس لمحے میں آپ صرف خود کے بارے میں سوچتے ہیں، دوسروں کو سروس دینے کی بجائے، سیلف سروس پر مائل ہوتے ہیں سمجھ لیجئے یہی وہ لمحہ ہے جب آپ خدا کی اپنے دل میں موجودگی سے غافل ہو جاتے ہیں۔

مقصد کی تلاش کیوں ضروری ہے؟

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے جب میں کامیابی کی تلاش میں بھٹک رہا تھا اور باوجود کوشش کے ایک انچ بھی آگے بڑھ نہیں رہا تھا۔ بابا فریدؒ نے مجھے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔

''اگر اس نے پوچھ لیا کہ تمہیں کس کام سے بھیجا تھا اور تم کن کاموں میں پڑ گئے تو کیا

جواب دو گے؟''

''توں آئیوں کیہڑے کم؟'' ایک ویک اپ کال ہے۔ایک الارم ہے۔اس کا جواب دینے کے لیے دل کے اندر جھانکنا پڑے گا۔دل میں اندھیرا ہوگا تو کچھ دکھائی نہیں دے گا۔لہذا آسان یہی لگے گا کہ الارم کو''سنوز'' بٹن پہ لگا کے، سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں چابی ڈھونڈنے میں گم ہو جاؤ۔

لیکن بقول بابا بلھے شاہؒ، جو دل کی صفائی کی ٹھان لے خدا کے تمام وعدے اس کے لیے سچ ہو جاتے ہیں۔پورے ہو جاتے ہیں۔

پاکیزہ نیت اور صاف دل والے لوگ ہی علم اور عمل کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔دل کی صفائی کے لیے نیت اور کوشش کا اخلاص ضروری ہے۔آپ سچی کوشش کریں گے تو اندھیرے چھٹ جائیں گے اور آپ کو نظر آجائے گا،دل کی دیواروں پہ لکھا ہوا آپ کی زندگی کا مقصد۔وہ مقصد جسے آپ کے خالق نے آپ کے لیے چنا ہے۔ بلکہ یوں کہنے دیجئے کہ جس مقصد کے لیے اس نے آپ کو چنا ہے۔

علم وعمل انہاں وچ جیہڑے اصلی تے اثباتی ہو
چودہ طبق دلے دے اندر باھو پا اندر دی جھاتی ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

-07-

مقصد سے عشق

قطرہ ونج پیا دریا وے تاں اوہ کون کہاوے؟
جس تے اپنا آپ گواوے آپ اوہو بن جاوے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

سمندر کی موجوں میں شدید طغیانی تھی۔ لہریں سمندر کے دامن سے نکلتیں اور کنارے سے ٹکراتے ہی پاش پاش ہو جاتیں۔ ایک لہر نے خوفزدہ لہجے میں دوسری لہر سے کہا "مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ اتنے بڑے سمندر میں، میں ایک معمولی سی لہر ہوں۔ میں کنارے سے ٹکراتے ہی ختم ہو جاؤں گی۔ کیا میری زندگی بس اتنی ہی ہے؟ کنارے سے ٹکراؤں گی اور بس؟"

دوسری لہر نے مسکرا کے جواب دیا "اپنے آپ کو پہچانو، تم ایک لہر نہیں ہو ایک بڑے

-07-

مقصد سے عشق

قطرہ وِنج پیا دریا وے تاں اوہ کون کہاوے؟
جس تے اپنا آپ گواوے آپ اوہو بن جاوے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

سمندر کی موجوں میں شدید طغیانی تھی۔ لہریں سمندر کے دامن سے نکلتیں اور کنارے سے ٹکراتے ہی پاش پاش ہو جاتیں۔ ایک لہر نے خوفزدہ لہجے میں دوسری لہر سے کہا ''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ اتنے بڑے سمندر میں، میں ایک معمولی سی لہر ہوں۔ میں کنارے سے ٹکراتے ہی ختم ہو جاؤں گی۔ کیا میری زندگی بس اتنی ہی ہے؟ کنارے سے ٹکراؤں گی اور بس؟''

دوسری لہر نے مسکرا کے جواب دیا ''اپنے آپ کو پہچانو، تم ایک لہر نہیں ہو ایک بڑے

سمندر کا حصہ ہو بلکہ۔۔۔ تم ہی سمندر ہو"۔

لہر خود کو لہر سمجھتی رہے گی تو اپنی نگاہوں میں بے وقعت ٹھہرے گی، لیکن جیسے ہی اس کو احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے سمندر کا، ایک بڑی تصویر کا، ایک بڑے عزم کا اور ایک بڑے خواب کا حصہ ہے وہ نہ صرف اپنے اندر اعتماد محسوس کرتی ہے بلکہ اس کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

"میں ایک لہر ہوں"۔

"میں ایک سمندر ہوں"۔

یہ دونوں جملے بار بار دہرائیے۔ دونوں جملے بولتے ہوئے کیا آپ کو اپنے اندر کے احساسات کی شدت میں فرق محسوس ہوتا ہے؟ لہر جب خود کو سمندر سمجھنے لگتی ہے تو اسے خود کے امر ہو جانے کا احساس ہوتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ کبھی مرے گی نہیں۔ وہ زندہ رہے گی اپنے عزم، اپنے مقصد اور اپنے مشن کی صورت میں۔

لیڈرشپ لہر سے سمندر تک کے سفر کا نام ہے۔ جب تک کوئی شخص خود کے اندیشوں اور وسوسوں پہ دھیان دیتا رہتا ہے، اپنے اندر کے گوہر سے ناواقف رہتا ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ خود سے اوپر اُٹھ کے اپنے آپ کو کسی بڑے مشن یا خواب کا حصہ بنا لیتا ہے اس کی صلاحیتوں کو جِلا مل جاتی ہے۔ اس کے حوصلوں کو نوید مل جاتی ہے۔ اس کے جذبوں کو سچائی مل جاتی ہے۔ اس کی امید دوسروں کی نگاہوں میں جگمگانے لگتی ہے۔

جب عبدالستار ایدھی اپنے مسائل سے اُٹھ کر دوسروں کی خدمت کے خواب میں گم ہو جاتا ہے تو انسانیت کی خدمت اس کی پہچان بن جاتی ہے۔ جس مشن میں آپ اپنا دل لگا لیتے ہیں لوگ آپ کا نام اسی مشن سے جوڑ دیتے ہیں۔ آپ لہر کی بجائے سمندر کے نام سے پہچانے جانے لگتے ہیں۔

آپ کی موجودہ شناخت کیا ہے؟

کون سا مقصد، کون سا خواب، کون سا ہدف، کون سا مشن اختیار کر کے آپ اپنی پہچان کو قطرے سے اُٹھا کے سمندر کے درجے تک پہنچا سکتے ہیں؟

کون سا مشن آپ کے دل میں نئی ترنگ جگاتا ہے؟ کس خواب کو سوچ کے آپ کے دل میں خوشی کے شادیانے بجتے ہیں؟ کس بڑی تصویر کا حصہ بننے کی آرزو آپ کو سونے نہیں دیتی؟ کس بڑی عمارت کی ایک اینٹ بننے کی جستجو آپ کی توانائیوں کو نئی سمت دیتی ہے؟

یاد رکھیے! جس مشن میں آپ گم ہو جائیں گے، وہ مشن آپ کو دنیا کی نگاہوں میں ''گمشدہ'' نہیں ہونے دے گا۔ جس خواب کو پورا کرنے میں آپ اپنی جان لڑا دیں گے، وہ کبھی آپ کو جان سے جانے نہیں دے گا۔ جس ہدف کے تعاقب میں آپ سردھڑ کی بازی لگا دیں گے وہ کبھی آپ کو ہارنے نہیں دے گا۔ جس آرزو کو سچ کر دکھانے میں آپ خود کو گنوا دیں گے وہی آرزو دنیا کو آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دے گی۔

قطرے کی سوچ سے نکلیے۔ دریا کی سوچ اپنائیے۔ اپنے عزم کے دریا کو ڈھونڈیئے، اپنے خواب کے سمندر میں کود جائیے۔ آپ کی اپنی نگاہوں میں آپ کی شناخت بدلے گی تو زمانہ آپ کو اس نئی شناخت سے پہچاننے لگے گا۔

آپ کی زندگی کا مشن کیا ہے؟ کیا اس مشن میں فنا ہونے کے خیال سے آپ کو مزا آتا ہے؟ کیا آپ کو اس مشن سے عشق ہو گیا ہے؟ کیا اس عشق میں گم ہونے کو دل چاہتا ہے؟

کیسے پتہ چلے گا کہ آپ قطرے سے دریا تک اور لہر سے سمندر تک کا سفر شروع کرنے کے لیے تیار ہیں؟ مشن سے عشق کی کیا نشانیاں ہیں؟

پہلی نشانی:

جس دل اندر عشق سمانا اوس نہیں پھر جانا
توڑے سوہنے ملن ہزاراں، ناہیں یار وٹانا

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

ایک بار آپ نے اس مشن کو چن لیا تو سمجھ لیجئے وہ مشن بھی آپ کو چُن لیتا ہے۔ وہ مشن آپ کو اپنی محبت میں کچھ ایسے کھینچ لیتا ہے کہ اس کے علاوہ آپ کچھ اور کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

کتنی ہی نوکریاں، کتنے ہی عہدے، کتنے ہی پیسے، کتنے ہی انعام واکرام آپ کے پیروں میں بچھا دیئے جائیں آپ آنکھ اُٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے۔ تمام بڑے بڑے کامیاب لوگ جو قطرے سے دریا بن گئے، اپنے مشن سے عشق کے راستے کے راہی تھے۔

وہ اپنے مشن کا، اپنے عشق کا سودا نہیں کرتے، اپنے 'محبوب' (خواب) کے بدلے میں ان کو کچھ بھی پیش کر دیا جائے وہ اس خواب سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوتے۔

دوسری نشانی:

عشق جنھاں دے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چُپ چُپاتے ہو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ پھردے گونگے باتے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

جن کی نگاہوں میں خواب اور دل میں مشن ہو، وہ ہر لمحے عشق سے لبریز رہتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال، اُٹھنا بیٹھنا، جاگنا سونا ہر چیز سے ان کا عشق جھلکتا ہے۔

ان کے دل میں ٹھاٹھیں مارتا عشق کا سمندر پوری دنیا کو چیخ چیخ کے بتاتا ہے کہ یہ عام مشن نہیں ہے۔ ان کا اپنے کام سے، خواب سے، مشن سے عشق چھپائے نہیں چھپتا۔ وہ لاکھ پردے ڈالیں دنیا جان جاتی ہے کہ ان کے خمیر میں کس عشق کی خوشبو ہے۔

عشق کی اس خوشبو سے وہ دنیا کو معطر کرتے ہیں۔ چاہے ان کا عشق دنیا سے بیماری کا خاتمہ ہو یا غربت کا، لوگوں کی زندگیوں میں خوشیاں بھرنے کا مشن ہو یا ان کے غم گھٹانے کا، مشن تعلیم کو ہر بچے تک پہنچانے کا ہو یا ہر انسان تک صحت بخش پانی پہنچانے کا، عشق کا تعلق عورتوں کی تحریم کی حفاظت ہو یا ہر انسان کو برابر حقوق دلوانے کا، مقصد ٹیکنالوجی سے زندگیاں آسان بنانے کا ہو یا بچھڑوں کو آپس میں جوڑنے کا، مشن یتیموں کی کفالت کا ہو یا بے آسرا مجبوروں کو پناہ دینے کا، مشن اپنی تحریروں سے مسکراہٹیں بکھیرنے کا ہو یا اپنی ایکٹنگ سے اُچھوتے سوالوں کا جواب دینے کا، مشن دہشتگردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ہو یا سرحدوں کو دشمنوں سے محفوظ بنانے کا، مشن اپنے ماں باپ کو ان کی قربانیوں کے صلے میں ایک اچھی زندگی دینے کا ہو یا پورے ملک کے بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کا......آپ جس مشن کو اپنا بنائیں گے، وہ مشن آپ کو اپنا بنا لے گا۔ اس 'محبت' کے قصے آپ کے لوں لوں میں رقص کریں گے۔ اور پکار پکار کر آپ کے عشق کی کہانی کو زبانِ زدِ عام کردیں گے۔

اگر آپ نے آج تک اس درجے کا عشق نہیں فرمایا تو جان لیجئے کہ زندگی کا اصل ذائقہ آپ نے آج تک چکھا ہی نہیں۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا خود میرے فیورٹ مینجمنٹ گرو سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

جس دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھٹی ہو
اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت اٹی ہو

سلطان باہوؒ: لائف کوچ

اپنے عشق سے آنکھیں چرانے والے شخص سے تو پتھر بہتر ہیں۔ اگر آپ کے دل میں اس کائنات میں بسنے والے انسانوں کی زندگی کے کسی پہلو کو سنوارنے کا عزم نہیں تو آپ میں اور سڑک کنارے پڑے کسی پتھر میں ذرا برابر فرق نہیں۔ اس پتھر سے جو چیز آپ کو بہتر بناتی ہے وہ آپ کی دوسروں کے درد کو سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن جس دل میں کسی کے درد کو سمجھنے یا اس کا مداوا کرنے کی آرزو ہی نہ ہو اس 'پتھر دل' سے تو واقعی پتھر لاکھ درجہ بہتر ہیں۔

تیسری نشانی:

مشن سے عشق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آپ کے دوست احباب، والدین، قریبی ساتھی، استاد اور کوچ سب آپ کو لاعلاج قرار دے دیں۔ وہ سب بے بسی سے کہہ اُٹھیں کہ آپ کو اپنے پاکیزہ مشن سے ہٹانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ وہ بے بس ہو کے چیخ اُٹھیں کہ آپ کے عشق کا ان کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

وارث شاہ اوتھے نہیں پھرے منتر
جتھے عشق نے دندیاں ماریاں نیں

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

کوئی منتر، کوئی تعویذ، کوئی پڑھائی آپ کے دماغ سے اپنے مشن کا بھوت اُتار نہ پائے۔ ساری دوائیاں رائیگاں چلی جائیں، سبھی علاج بے کار چلے جائیں۔ سارے حکیم، معالج 'گھٹنے ٹیک لیں، سبھی طبیب اپنا بوریا بستر گول کر جائیں تب جا کے وارث شاہؒ مانیں گے کہ دنیا کو سنوارنے کا آپ کا ہدف کھرا ہے، خالص ہے، پاکیزہ ہے۔

کیا آپ کا عشق ان تینوں نشانیوں پر پورا اُترتا ہے؟

کیا آپ اپنے عشق کے بدلے بڑے سے بڑے سودے کو ٹھکرانے کے لیے تیار ہیں؟

کیا آپ کا عشق کسی طور آپ سے چھپائے نہیں چھپتا؟

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنے خوابوں اور مشن کے معاملے میں آپ مکمل طور پر لاعلاج ہو چکے ہیں؟

اگر تینوں سوالوں کا جواب ہاں ہے تو مبارک ہو! آپ اپنی زندگی کے اصل ہدف کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے مشن سے یہ عشق ہی خدا کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کی کنجی ہے۔

-08-

لگن

راہِ عشق دا سوئی دا نکا، دھاگا ہوویں تاں جاویں
کہے حسین جے فارغ تھیویں، خاص مراتبہ پاویں

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

شاہ حسینؒ کے ہاں کامیابی کامفہوم بڑا سادہ ہے۔

پہلا قدم:

عشق کی راہ کا انتخاب:

وہ کام کرنا جسے کرنے میں آپ کو عشق جیسی لذت ملے۔ جسے کرتے ہوئے وقت گزرنے کا احساس نہ رہے۔ ایسا محبت بھرا کام جسے کرنے سے تھکاوٹ کا احساس نہ ہو۔ جسے

کرنے کا سوچ کے ہی آپ خوش ہو جائیں۔ جسے بغیر معاوضے کے بھی آپ 'اپنے لیے' کرنے کو تیار ہوں۔

دوسرا قدم:

کامیابی کی قیمت کا تعین کرنا:

عشق کی راہ چُننا آسان ہے لیکن عشق نبھانا مشکل ہے۔ بہتر ہے نکلنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ عشق نبھانے کی کیا قیمت چکانی پڑے گی۔ شاہ حسینؒ کے بقول سوئی کے نکے سے گزرنا پڑے گا۔ یہ سن کے ہی کئی لوگوں کے عشق کا بھوت اُتر جاتا ہے۔

تیسرا قدم:

ثابت قدمی:

قیمت جاننے کے بعد ثابت قدم کے سوا باقی سب دکان سے خالی ہاتھ مڑ آئیں گے۔ اپنے عشق میں پکا شخص جان لے گا کہ دھاگہ بنے بغیر سوئی کے نکے سے گزرنا ممکن نہیں۔ وہ دھاگہ بننے کی تیاری پکڑ لے گا۔ اسے پتہ ہے یہ کٹھن کام ہے۔ وہ جانتا ہے اس میں تکلیف ہو گی۔ لیکن اسے اپنے عشق پہ مان ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔

چوتھا قدم:

مشن کی تکمیل:

سچا عاشق مشن کی تکمیل تک سکون سے نہیں بیٹھتا۔ وہ تھکنے والا، رکنے والا نہیں ہوتا۔ جب وہ اپنے ہدف کو پالیتا ہے تو کامیابی کا وہی مقام و مرتبہ اس کو مل جاتا ہے جس کا اس نے خواب سجایا تھا۔

جب کامیابی کی قیمت سن کے سب کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، تب کوئی ایک شخص کیوں کھڑا رہتا ہے؟ منزل کی آرزو تو سبھی کو ہے لیکن منزل کی سختیوں کا تصور کر کے زیادہ تر لوگ راہِ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔ پتہ ہے کیوں؟

یہ سوچ کے کہ خود کو بدلنا پڑے گا۔

جیسے اس وقت ہیں، ایسے ہی رہے تو دو قدم نہ اُٹھا پائیں گے۔ تبدیلی سے ڈرنے والے اپنے خول میں قید رہتے ہیں۔

رات اندھیری کالی دے وچ عشق چراغ جلیندا ھو
تھل جل جنگل گئے جھگیندے کامل عینہہ جہاں دا ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

جو لوگ اپنے مقصد سے مخلص ہوتے ہیں۔ مایوسی، ناکامی اور نامرادی کی اندھیری راتوں میں ان کے مشن کی محبت ایک چراغ بن کر انھیں راستہ دکھاتی ہے۔ مقصد کی سچائی انھیں حوصلہ دیتی ہے کہ وہ اپنے ہدف کو پا کے رہیں گے۔ چاہے اس کے لیے انھیں جنگلوں، پانیوں اور صحراؤں کا سفر بھی کرنا پڑے۔

سفر کی مشکلات جھیلنے کے پیچھے آخر ان کی کیا موٹی ویشن ہوتی ہے؟

انھیں اپنے پروردگار کے چند وعدے یاد رہتے ہیں جو ان کے جذبے کا ٹینک خالی نہیں ہونے دیتے۔ وہ وعدے کیا ہیں؟

صبر کریں نااُمید نہ ہوویں لیسیں اجر جنابوں
مٹھے کم ہوون رحمانی ، بہتر کار شتابوں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

پہلا وعدہ:

اگر تم مشکلات میں صبر سے کام لو گے اور باوجود سخت تکلیفوں اور رکاوٹوں کے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑو گے تو تمھیں لازماً اس کا اجر اپنے پروردگار کی طرف سے ملے گا۔

دوسرا وعدہ:

اگر تمھاری نیت کھری ہے اور مشن بھی نیک ہے تو تمھارے کاموں کو پروردگار آسان کر دے گا۔ تمہارے مقاصد پر اپنی قبولیت کی مہر لگا دے گا۔

خدا کے وعدوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ اپنے مشن کی راہ میں جو بھی کر رہے ہیں وہ کسی اور کے لیے نہیں ہے صرف خدا کی خوشنودی کے لیے ہے۔

اگر ایک ٹریفک سارجنٹ یہ سمجھ کر ہر روز ڈیوٹی پہ کھڑا ہو کہ وہ یہ کام حکومت یا نوکری کے لیے نہیں بلکہ اپنے خدا کی رضا کے لیے کر رہا ہے تو اس کے اجر کی ذمہ داری پھر اُس کے باس، یا ادارے کی بجائے خود خدا اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور خدا سے بہتر اجر کون دے سکتا ہے؟

-09-

عشق کا امتحان

کچ وی منکا لعل وی منکا اِکو رنگ دوہاں دا
جد صرافاں اگے جاون فرق ہزار کوہاں دا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لیڈرشپ کے دعوے تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔ پتہ تب چلتا ہے جب لیڈر کے سامنے کڑا امتحان ہو۔ لیڈر کی ساکھ داؤ پہ لگی ہو، سب کی نظریں لیڈر پہ لگیں ہوں۔ اس لمحے میں صاف عیاں ہوجائے گا کہ لیڈر کے اندر دم ہے یا نہیں۔

کانچ اور ہیرے میں عام آدمی فرق نہیں کر پاتا۔ دیکھنے میں تو دونوں ایک سے ہی لگتے ہیں۔ لیکن امتحان کی گھڑی میں، ماہر صرافوں کی نگرانی میں، جب دونوں کو پرکھا جائے تو دودھ کا

دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

لیڈر شپ میں سب سے اہم چیز کھرا پن ہے۔ اپنی اور دوسروں کی نظر میں ایک کھرے انسان کی حیثیت سے جانے جانا ہے۔ کھرے لیڈر اپنی سوچ، نیت اور عمل میں خالص ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کا بھروسہ حاصل کرتے ہیں۔ اپنے قول وفعل میں ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں کو چھپاتے نہیں۔ وہ غلطی پہ معافی مانگنے میں ہچکچاتے نہیں۔ وہ دوسروں کا بھروسہ نہیں توڑتے۔ کھرے لیڈر دوسروں کو عزت دیتے ہیں۔ دوسروں کو عزت دینے میں کبھی وہ خود کی توہین محسوس نہیں کرتے۔

کھرے اور کھوٹے لیڈر میں فرق کا پتہ امتحان کی گھڑی میں لگتا ہے۔ امتحان کی گھڑی سارے پول کھول دیتی ہے۔ ٹیسٹ کے کسی لمحے میں کھوٹے اور کھرے لیڈر میں فرق صاف واضح ہو جاتا ہے۔

پھس گئی جان شکنجے اندر جیوں ویلن وچ گنا
روہ نوں کہو ہن روہ محمد، ہن جے رہویں تاں منّاں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

کھرے لیڈر کر دکھانے والے، ڈٹ جانے والے اور جم جانے والے ہوتے ہیں۔ انھیں مشکل صورت حال کو اپنے حق میں بدلنا آتا ہے۔ وہ اعصابی جنگ میں جیتنے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ جس مشکل میں کھوٹے لیڈر کے ہاتھ پھول جاتے ہیں، ہیرا نما کھرا لیڈر اطمینان سے معاملات کو سلجھاتا ہے۔ جب کانچ نما، کھوٹے لیڈر کی ہوائیاں اُڑی ہوتی ہیں، کھرا لیڈر کھڑا رہتا ہے۔

یاد رکھیے، جو آپ نہیں ہیں کبھی وہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ یہ

میرے گرو میاں محمد بخشؒ کی تھیوری ہے۔

جو آپ نہیں ہیں وہ بننے کے چکر میں آپ اپنی توانیاں ضائع کرتے ہیں۔ اسی طاقت کو جو آپ ہیں اسے نکھارنے میں لگا دیجئے۔ وگرنہ بیچ چوراہے کسی دن سب کے سامنے آپ کی کھوٹی لیڈرشپ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

-10-

میری کہانی

لکھ ہزار بہار حسن دی خاکو وچ سمانی
لا پریت اجہی محمد جگ تے رئے کہانی

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لیڈرشپ یہ نہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے آپ کے گھر، ادارے، کمپنی، یا ملک میں کیا ہوتا ہے؟ اصل لیڈرشپ یہ ہے کہ آپ کے بعد وہاں کیا ہوا؟

لیڈرشپ کا امتحان شروع ہی آپ کے چلے جانے کے بعد ہوتا ہے۔ چلے جانے کے کئی معنی ہیں۔ آپ کا عارضی طور پر چلے جانا، آپ کا نوکری، کام یا ٹیم بدل لینا اور پھر آخر کار آپ کا دنیا سے چلے جانا۔

ایک کامیاب لیڈر وہ ہوتا ہے جو اپنی غیر موجودگی میں بھی وہ کر دکھائے جو اس کی موجودگی میں ممکن ہو۔ یہ تب ہوتا ہے جب لیڈر کا مشن اس کے لوگوں کے دلوں میں بھی اُتر جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ ایسا سسٹم، پراسس اور نظام قائم کر جائے کہ اس کے بعد بھی نئے باصلاحیت لیڈر تربیت پاتے رہیں۔ مشن آگے بڑھتا رہے۔ جاری و ساری رہے۔ بالکل اسی شدت سے جس شدت سے لیڈر کی موجودگی میں، اُس کی زندگی میں تھا۔

کیا آپ نے ایسے لیڈر دیکھے ہیں جن کے ہوتے ہوئے کمپنی، کاروبار، ادارہ راکٹ کی طرح اوپر اُٹھتا جاتا ہے۔لیکن جیسے وہ کوچ کرتے ہیں سب کچھ دھڑم سے نیچے گر جاتا ہے۔ ساری ترقی کٹی پتنگ کی طرح زمین بوس ہو جاتی ہے۔

لیڈر شپ کی کامیابی کا انحصار اس بات پہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے خاندان، آپ کے ادارے، آپ کے بزنس اور آپ کے ملک نے کیا پایا، کیا حاصل کیا؟

میں نے یہ بات کہاں سے سیکھی.....؟ بہت بعد میں جم کولن کی کتاب 'بلٹ ٹولاسٹ' سے اور بہت پہلے ریلیشن شپ گرو میاں محمد بخشؒ سے۔

لیڈر کا کام ایسی ترقی اور کامیابی کی مضبوط بنیاد رکھنا ہے کہ اس کے جانے کے بعد بھی اس کی کہانی برقرار رہے۔ سنی جائے، سنائی جائے اور اس کی کامیابی کی کہانی ایک مثال بن کر باقی رہے۔ اس کی انسپائریشن قائم و دائم رہے۔ یہ تب ممکن ہے جب لیڈر سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھا کے رکھنے کی بجائے اپنے ساتھ موجود لوگوں کو پھلنے پھولنے کا، آگے بڑھنے کا، سیکھنے کا موقع دے۔

زندگی میں جہاں جہاں آپ دوسروں کے لیے "لیڈر" ہیں آپ آج ایسا کیا کر رہے ہیں کہ کل کو آپ کی کہانی باقی رہے؟ آپ کے خاندان کی کہانی، ادارے کی کہانی، ڈیپارٹمنٹ کی کہانی، کمپنی کی کہانی، کاروبار کی کہانی، دکان کی کہانی......آپ کے بعد آنے والے لوگوں کو ایک مثالی کہانی کے طور پر سنائی جاتی رہے۔

آپ اپنا نشان کیسے چھوڑنا چاہتے ہیں؟ اس نشان کو چھوڑنے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟ اپنی کہانی کو زندہ رکھنے کے لیے آپ کس حد تک جانے کو تیار ہیں؟

بلھا! شوہ دے پیریں پڑیے
غفلت چھوڑ کجھ حیلہ کریے

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

تیسرا پڑاؤ

خدا سے ربط

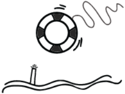

-11-

خدا کی تلاش

جنگل جنگل کیا بھویں، وَن کنڈا موڑیں
وتی رب ہیا لیئے ، جنگل کیا ڈھونڈیں

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گُرو

خدا کی تلاش میں ہلکان لوگوں کو بابا فریدؒ کا یہ پیغام مبارک ہو۔

اپنے رب کی کھوج میں جنگلوں میں بھٹکنے اور کانٹوں کے منہ کو اپنے پاؤں سے مسلنے کی بجائے اپنے دل میں جھانک کر دیکھو۔ تمہاری ملاقات خدا سے یہیں ہو جائے گی۔

وہ تمام لوگ جو اپنے پروردگار کو عبادتوں میں ڈھونڈتے ہیں ان کے لیے بابا بلھے شاہؒ کی یہ 'ویک اپ کال' کافی ہے۔

بھٹ نمازاں، چکڑ روزے، کلمے پھر گئی سیاہی
بلھے شاہ ، شوہ اندروں ملیا، بُھلی پھرے لوکائی

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

پہلا قدم:

خدا کی کھوج میں نکلنا:

نمازیں، روزے اور کلمے کا ورد خدا کے قرب کی گارنٹی نہیں ہے۔ بلھے شاہؒ کے خیال میں پوری دنیا خدا کو وہاں ڈھونڈ ہی نہیں رہی جہاں اس کے ملنے کا سب سے زیادہ امکان ہے۔

سلطان باھوؒ چپ چاپ ہیں۔ ان سے بھی پوچھتے ہیں کہ خدا سے ملاقات کہاں ہو سکتی ہے تا کہ ہم اس سے جُڑ جائیں، اس سے اپنے لیے کوئی کام پوچھیں اور پھر اس کی راہ پر چل نکلیں۔

سلطان باھوؒ کے خیالات دہلا دینے والے ہیں:

نہ رب عرش معلی اُتّے نہ رب خانے کعبے ھو
ناں رب علم کتابیں لبھیاں نہ رب وچ محرابے ھو
گنگا تیرتھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بے حسابے ھو
جد میں اندر جھاتی پائی مُکّے سب عذابے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

سلطان باھوؒ بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ عرش معلی سے لے کے خانۂ کعبہ تک، آسمانی کتابوں سے لے کے مسجد کی محرابوں تک، گنگا میں ڈبکیاں لگانے سے لے کے میلوں پھیلی مسافتوں تک، مجھے خدا کہیں بھی نہیں ملا۔ لیکن جس لمحے میں نے خود کے اندر جھانکا تب جا کے خدا

کی تلاش کا میرا سفر تمام ہوا۔

اس تلاش میں اب تک کامیاب نہ ہونے والوں کو بلھے شاہؒ کچھ اس طرح دلاسہ دیتے ہیں۔

بلھے شاہ شوہ تینوں ملسی، دل نوں وو دلیری
پیتم پاس تے ٹولنا کسی نوں؟ بھلیوں شکر دوپہری

بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

جو چیز پہلے ہی آپ کے پاس ہے اس کو باہر جتنا مرضی ڈھونڈ لیں، وہ آپ کو کیسے مل سکتی ہے؟

دوسرا قدم:

خدا سے جُڑنا:

خدا سے جڑنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ۔ پہلے خود سے جُڑ جاؤ۔ یہ قدم زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس لیے کہ جیسے ہی آپ کو خود کے اندر اس کی موجودگی کا یقین آ جاتا ہے۔ تو ہر لمحے وہ آپ کو اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

البتہ خود سے نہ جڑ پانے والوں کو یہ قدم دودھ کی نہر نکالنے جتنا مشکل لگتا ہے۔ خود سے جُڑنے کا مطلب اپنے ہدف، اپنے مشن کی آگہی ہے اور مشن ہوتا ہی وہ ہے جو خدا کی رضا کے قریب ہو۔

تیسرا قدم:

خدا کے کاموں میں لگ جانا:

خدا سے جڑنے کے بعد آپ سب سے پہلا کام یہی کرتے ہیں کہ اپنا مشن اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ تصدیق چاہتے ہیں کہ یہ مشن اس کی نگاہوں میں منظور شدہ ہے۔ کیا اس پہ اس کی قبولیت کی مہر ہے؟

اس نے قبولیت کی مہر نہ لگائی ہوتی تو وہ کبھی اس یقین کا احساس آپ کے دل میں ڈالتا ہی نہیں۔ کیونکہ اس مشن نے تو اسے آپ سے جوڑا ہے۔ یہ 'منظوری' دراصل آپ کی اپنے آپ کو اطمینان دلانے کی ایک کوشش ہے۔

آپ بار بار پوچھتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ آپ کے دل میں اطمینان نہیں ڈال دیتا ہے کہ آپ صحیح راستے پر ہیں۔

چوتھا قدم:

خدا کے کاموں کو پورا کرنا:

جو کام اس نے آپ کے ذمہ لگا دیئے، اب آپ کی سر توڑ کوشش ہونی چاہیے کہ اپنے کاموں میں اُلجھ کر اس کے کاموں کو بھول نہ جائیں۔ نماز، روزے، اور دیگر عبادات اس کے کام نہیں۔ یہ آپ کے کام ہیں۔ اس کا کام تو کسی کی دعاؤں کی تکمیل میں آپ کا استعمال ہونا ہے۔ کسی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جگہ خوشیوں کی چمک لانے کی وجہ بننا ہے۔ کسی کی اس تکلیف کو رفع کرنے میں مگن ہونا ہے جس سے چھٹکارے کی دعا اس نے خدا سے کی تھی۔ کسی کو اس کے حکم سے رزق پہنچانا ہے۔ اس کے حکم سے کسی کا رُکا ہوا کام کرنا ہے۔ اس کی تائید سے کسی بے روزگار کی نوکری کا بندوبست کرنا ہے۔ کسی بھوکے پرندے کے رزق کا اہتمام کرنا ہے۔ کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا ہے۔

یاد رکھئے جب تک آپ اس کے کاموں کو پورا نہیں کریں گے، آپ اس کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہوں گے۔

اس کے کاموں میں لگ جائیں گے تو تکلیفیں آئیں گی۔ پریشانیاں جھیلنی پڑیں گی۔ ایسے میں میاں محمد بخشؒ کا یہ پیغام آپ کی ڈھارس بندھائے گا۔

جنہاں دُکھاں تے دلبر راضی اینان توں سُکھ وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

-12-

تعمیرِ نو

ایہہ ویلا نہ آسی کڑیے، تھیسیں بہت خراب
کہے حسین شوہ لیکھا پچھسی ، دیسیں کون جواب

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

ہم اپنی زندگی کو خالق کے مشن کے ساتھ ہم آہنگ کریں نہ کریں ایک دن جانا تو اسی کی بارگاہ میں ہے۔ اس 'پرفارمنس اپریزل' میٹنگ میں جب وہ ہماری کارکردگی کا سکور کارڈ ہمارے ہاتھ میں تھمائے گا، تو کیا جواب دیں گے؟ جو ٹیلنٹ، صلاحیت اور پوٹینشل اُس نے ہمیں تحفے میں دیا تھا، ہم نے اُس کا کیا کیا؟

شاہ حسینؒ آپ کو نیند سے جگانے کے لیے وارننگ دے رہے ہیں۔ جو وقت کی ریت

ہتھیلی سے پھسل رہی ہے، واپس کبھی نہیں آئے گی۔ ایک سانس کو ہم دوبار نہیں لے سکتے۔ اگر اس وقت کو جو ہاتھ میں ہے، ہم نے خدا کی راہ میں استعمال نہیں کیا تو انجام کیا ہوگا؟ کافی خراب ہوگا۔

یاد رکھیئے!

1- جو موقع اس وقت دستیاب ہے دوبارہ نہیں ملے گا۔
2- پروردگار آپ سے اپنے تحفوں کا حساب ضرور مانگے گا۔
3- جواب ہر صورت دینا پڑے گا۔
4- اگر صحیح جواب نہ بن پڑا تو بڑی خواری ہوگی۔

فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

اپنے ربّ سے ابھی رشتہ جوڑنا ہے یا نہیں۔ خدا سے رشتہ جوڑنے کے لیے بس اتنا کیجیئے کہ اس کی دی صلاحیت کو اس کے لوگوں کی بھلائی میں خرچ کر ڈالیئے۔ کچھ بھی بچا کے مت رکھیئے۔ جو اس نے دیا اُسے آگے پھیلا دیجیئے۔ یہی ایک طریقہ ہے اس کے سوالوں کا صحیح جواب دینے کا۔

آخر پچھوتاسیں کڑیے، اُٹھ ہن ڈھول منالے نی
کہے حسین فقیر نمانا، پو سائیں دے راہے نی

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہونا اس بات کی گواہی ہے کہ آپ اپنے پروردگار سے رشتہ جوڑنے میں مخلص ہیں۔

میرے ابو ایک دن مجھ سے اپنے کپڑے استری کروانا چاہتے تھے اور مجھے میرے دوست باہر کرکٹ میچ کے لیے بلا رہے تھے۔ میں نے ابو کی بات سنی ان سنی کر دی اور چپکے سے غائب ہو گیا۔ میں نے ان کا کام چھوڑ دیا اور اپنے کام میں لگ گیا۔

شام ڈھلے میں واپس آیا تو شرمندگی کے مارے ابو سے آنکھ نہیں ملا پا رہا تھا۔ میں کافی دیر تک دروازے کے باہر گلی میں ہی ٹہلتا رہا۔ مجھے اندر سے پتہ تھا کہ میں نے ان کا دل دکھایا ہے۔ ان کے حکم کو نظر انداز کیا ہے۔ اپنے مزے کی خاطر میں نے انھیں دکھی کر دیا تھا۔

ہمت کر کے میں گھر کے اندر داخل ہوا۔ ابو حقہ پی رہے تھے۔ میں نے کن اکھیوں سے انھیں دیکھا۔ مجھے یقین تھا کہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔

میں دل ہی دل میں اپنی غلطی کو سدھارنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں خاموشی سے کمرے میں گیا۔ ان کا سوٹ نکالا اور استری کرنے لگ گیا۔ اس کے بعد بھی میری شرمندگی کم نہ ہوئی تو ان کی چادر اور ویسٹ کوٹ بھی استری کر ڈالی۔ دل ابھی بھی اندر سے دکھی تھا۔ میں نے ان کے کھستا نما جوتے بھی پالش کرنے شروع کر دیے.... میں ابو کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔

اچانک پیچھے سے کسی نے مجھے گلے لگا لیا اور سر پہ بوسہ دیا۔ یہ میرے ابو تھے، جوتے اور برش سے پیدا ہونے والے شور کی وجہ سے ابو سمجھ گئے تھے کہ میں اندر کوئی کاروائی ڈال رہا ہوں۔ ابو نے میرا چہرہ اپنی طرف گھمایا۔ میں ابھی بھی اُن سے آنکھیں نہیں ملا پا رہا تھا۔ انھوں نے شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ مجھے مسکرا کے دیکھتے رہے اور پھر مجھے ڈھیروں دعائیں دیں۔

اپنی محدود سوچ اور چھوٹے چھوٹے ذاتی فائدوں کے لیے ہم اپنے مالک کے حکم کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم چپکے سے 'غائب' ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی تب جب اس کو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم سے وہ کوئی بڑا کام لینا چاہ رہا ہوتا ہے ہم اپنی معمولی ضرورتوں کے چکر میں گم ہو جاتے ہیں۔ وہ شائد ناراض بھی ہوتا ہوگا۔ اسے غصہ بھی آتا ہوگا۔ اسے احساس بھی ہوتا ہوگا کہ

ہماری نظر میں اس کے کام کی اہمیت کم ہے۔

دوسری طرف ہم اندر سے جانتے ہوتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔اس کی بارگاہ میں جانے سے، اس سے نظریں ملانے سے ڈر بھی رہے ہوتے ہیں۔لیکن اگر ہم اپنی شرمندگی کو عمل میں بدل دیں۔اس کے کاموں میں جُت جائیں۔تو ہم چاہے چھپ چھپ کے اس کا کام کریں۔وہ ہمیں ڈھونڈ لیتا ہے۔ہمیں پیار کرتا ہے۔ہمارے سروں پر اپنی رحمت کی چھت پھیلا دیتا ہے۔ہمارے کاموں کو سراہتا ہے اور وہ ساری دعائیں پوری کر دیتا ہے جو ہمارے والدین نے ہمارے حق میں مانگی ہوتی ہیں۔

-13-

توکّل

بنھ توکل پنچھی اُڈ دے پلّے خرچ نہ زیرا ہو
مولا خرچ پہنچاوے باھو جو پتھر وچ کیڑا ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

خدا پہ توکل کامیابی کے اہم رازوں میں سے ایک بہترین راز ہے۔ لیکن توکل کی سمجھ لیڈر شپ گرو، سلطان باھوؒ سے بہتر کوئی اور سمجھا ہی نہیں سکتا۔

توکل باندھنا کیا ہے؟

یہ بھروسہ کہ میرا پروردگار مجھے خالی نہیں لوٹائے گا۔ میری ہمت نہیں توڑے گا۔ میری آس پوری کرے گا، میری جھولی بھر دے گا، مجھے ناامید نہیں کرے گا، میری سنے گا، مجھ سے منہ

نہیں موڑے گا۔ میری فریاد کو رد نہیں کرے گا۔

توکل باندھنے کی بہترین مثال پرندے ہیں۔ انسان توکل کی محض پہلی منزل پہ ہیں جس کی وضاحت اوپر ابھی میں نے کی ہے۔ یعنی میرا مالک میری مدد کرے گا......

پرندوں کی نگاہوں میں توکل کا مطلب صرف یہ نہیں کہ خدا سے اُمید رکھنی ہے۔ بلکہ توکل کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے کہ گھونسلے میں بیٹھے بیٹھے خدا سے 'مطالبات' کے پورا ہونے کی ڈیمانڈ نہیں کرنی۔

توکل کا دوسرا پہلو گھونسلے کے سکون کو خدا حافظ کر کے، ان دیکھی منزلوں کی طرف، بے یقینی کی سرزمین پر سر توڑ کوشش کر کے رزق کی 'تلاش' کرنا ہے۔ اپنے مقصد کی طرف قدم اُٹھانا ہے۔ اپنے ہدف کی کھوج میں نکلنا ہے۔ ہل جُل کرنی ہے۔ خدا کی دی ہوئی طاقت کو استعمال کرنا ہے۔ پروں میں چھپے اڑنے کے پوٹینشل کو ایکشن میں بدلنا ہے۔

گھونسلے کی نرمی اور اپنوں کی گرمی کو خیر باد کہہ کے سردی اور تکلیف کو گلے لگانا ہے۔ قدم قدم پہ آنے والی ناکامیوں اور پریشانیوں کو دل پہ لگائے بغیر آگے بڑھتے جانا ہے۔ کسی کے انکار کو حرفِ آخر نہیں سمجھنا۔ کسی اُلجھن کو حتمی نہیں سمجھنا۔ کسی دل شکنی کو دل پہ نہیں لینا۔

توکل کا مطلب مجھے تو یہی سمجھ آیا ہے کہ اپنے بس میں جو ہے اسے اس نیت اور یقین سے کرتے جانا کہ خدا میری کوششوں کا صلہ ضرور دے گا۔

دوسری طرف خدا کا کرم اس قدر وسیع و عریض ہے، اتنا بے بہا ہے کہ میری طرح کے کتنوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے جو نہ اُس کے لیے کچھ کر رہے ہوتے ہیں نہ ہی اپنے لیے۔

البتہ کرم کی یہ صفت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے بس میں توکل ہے۔ اگر آپ نے توکل کے فلسفے کو صحیح طرح سے سمجھ لیا تو پھر آپ کے پلّے چاہے کچھ بھی نہ ہو آپ اپنی اڑان اور خدا کے کرم کے طفیل وہ سب پالیں گے جو آپ کے خوابوں میں ہے۔

لیکن ایک بار پھر انسانوں کی بجائے پرندوں سے سیکھنے کا لمحہ آ گیا ہے۔ جب وہ سب کچھ مل جائے جس کی خدا سے اُمید لے کے آپ نکلے تھے، تو گھر واپس ضرور آیئے۔ جو ملا اسے اپنے اہل وعیال، رشتہ داروں، قریبی دوستوں، دور کے عزیزوں اور معاشرے کے باقی مستحق لوگوں کے ساتھ شیئر کیجئے۔ اس ''توکل'' کے ساتھ کہ اگر آپ خالی ہاتھ، خالی جھولی دوبارہ اس کی دی ہوئی اُڑان کی طاقت کو استعمال میں لا کے، خلوصِ دل سے، لگن سے، یقین سے، سچی جستجو کریں گے تو وہ اپنے خزانوں سے ایک بار پھر آپ کی حیثیت، کوشش اور استحقاق کو مدِ نظر رکھے بغیر آپ کو عطا کرے گا۔

جب مل جائے تو بابا بلھے شاہؒ کی طرح آپ بھی کچھ ایسا ہی کریئے گا:

اٹ کھڑکے، دکڑ وجے، تتا ہووے چلّا
آن فقیر تے کھا کھا جاون راضی ہووے بلّا

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

لوگ آئیں گے، آپ کے دسترخوان سے اپنے حصے کا کھائیں گے۔ کچھ اُٹھا کے ساتھ لے جائیں گے۔ آپ کے چہرے پہ اطمینان بھری مسکراہٹ ہوگی۔ یہ یقین اور توکل ہوگا کہ کبھی وہ آپ کے اس چولھے کو ٹھنڈا نہیں ہونے دے گا جس سے اس کی مخلوق کا رزق وابستہ ہے۔

-14-

سازش!

صاحب دی کر چاکری ، دل دی لاہ بھراند
درویشاں نوں لوڑیئے رُکھاں دی جیراند

بابافریدؒ: مینجمنٹ گرو

ہر لمحے بدلتی بزنس کی دنیا میں کسی اُور چین نہیں۔ چاروں طرف لوگوں کی توقعات، مسائل، چیلنج اور اکیلے آپ۔ آپ خوش قسمت ہیں اگر آپ کی ٹیم با کمال ہے، ساتھ نبھانے والی ہے، باصلاحیت ہے۔

جب چاروں طرف سے مسائل، تنقید، منفی رویے، سازشیں آپ کو گھیر لیں تو ایسے میں کیا کیا جائے؟

بابا فریدؒ سے مشورہ مانگتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں:

خود کو سرکاری یا پرائیویٹ کمپنی کا ملازم سمجھنا چھوڑ دیں۔ اپنے رب کی نوکری کریں۔

ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ آپ جو بھی کر رہے ہیں وہ اپنے باس، کسٹمر یا ادارے کو خوش کرنے کے لیے نہیں کر رہے بلکہ خدا کے لیے کر رہے ہیں۔ آپ خدا کو رپورٹ کر رہے ہیں۔ ہر کام میں آپ اسی کی خوشنودی کے آرزومند ہیں۔

آپ کے دل میں جو بھی بوجھ ہے اسے ایک لمحے کے لیئے اُتار پھینکیے۔ آپ کے ساتھ اب تک جو ہوا اسے بھی ذرا بھلا دیجیے۔ خود کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیجیے۔ اس کی 'کمپنی' میں چلے آئیے۔ خود کو اس کا براہِ راست ملازم سمجھیے۔ اس کی ٹیم میں شامل ہو جائیے۔ پھر دیکھیے کیسے برکت آجاتی ہے آپ کے ہر کام میں۔

جب آپ ایسے لیڈر بن جائیں جس کی رپورٹنگ پروردگار کے پاس ہے تو پھر آپ کو حوصلہ بھی ویسا ہی رکھنا پڑے گا۔

بابا فرید آپ کو درخت سے سیکھنے کی تاکید کر رہے ہیں۔ کیوں؟

اس لیے کہ درخت بلاتفریق سب کو سایہ اور پھل فراہم کرتا ہے۔ اس کے باوجود کہ لوگ اس پہ پتھر ڈالتے ہیں، اس کے پھل سے مزے کرتے ہیں۔ پھر بھی جاتے جاتے اس کی شاخیں توڑ جاتے ہیں، اس پہ کلہاڑے سے وار بھی کرتے ہیں۔

لیکن کمال حوصلہ ہے درخت کا کہ وہ اگلی دفعہ آنے پر خود پہ کلہاڑے چلانے والوں کو دیکھ کر اپنا سایہ اور پھل چھپا تا نہیں ہے۔ وہ اسی خوش دلی سے اپنی شاخیں، اپنے پتے، اپنا گھنا سایہ اور اپنے پھل ان کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔

لیڈر شپ ایک ذمہ داری ہے۔ لیڈر شپ نام ہی سہنے کا ہے۔ برداشت کرنے کا۔ لوگوں کی کڑوی کسیلی باتیں، الزام تراشیاں، بے وفائیاں، تنقید کے تیکھے تیر، تند و تیز جملے۔۔۔سب جھیلنے پڑتے ہیں۔

توپھران سازشوں، حملوں اور تیروں کا جواب کیسے دیا جائے؟

سلطان باھوؒ کا مشورہ کچھ یوں ہے:

عاشق ہویں تے عشق کمانویں دل رکھیں وانگ پہاڑاں ھو
سجدیوں سر نہ چایئے باھو توڑے کافر کہن ہزاراں ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

لیڈر کو پہاڑوں جیسا دل اور حوصلہ رکھنا چاہیے اور لوگ چاہے کچھ بھی کہیں، مشن کی راہ میں جس سجدے میں پڑے ہیں، وہاں سے توجہ اور فوکس ہلنا نہیں چاہیے۔ لوگوں کی کسی بات سے آپ کی عبادت میں، آپ کے کام میں خلل نہیں آنا چاہیے۔ اگر سجدے سے سر اُٹھا لیا پھر تو حریف اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اپنے حریفوں کو حیرت میں ڈال دیجئے۔

استقامت سے، خلوص نیت سے سجدے میں پڑے رہیے۔ کب تک؟ جب تک آپ کا مشن پورا نہ ہو جائے۔

-15-

فلرٹ

چھم چھم تیر پون تلواریں عاشق کدی نہ رہندے
عشق، پرہیز محمد بخشا کدی نہیں رل باہندے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

’فلرٹ‘ کرنے والے اور سچے عاشق کا فرق سمجھتے ہیں آپ؟

اپنے مقصد سے ’فلرٹ‘ کرنے والے کبھی منزل مراد نہیں پاتے جبکہ کمٹمنٹ کے ساتھ عشق نبھانے والے کامیابی کی نئی بلندیاں رقم کرتے ہیں۔

بابا فریدؒ ’فلرٹ‘ اور ’عشق‘ میں فرق کچھ یوں واضح کرتے ہیں:

گلیئے چکڑ، دور گھر، نال پیارے نینہہ
چلاں تا بھجے کملی، رہواں تاں ٹٹے نینہہ

باباؒ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

آپ نے ایسی منزل سے عشق کا ارادہ کر لیا ہے جو بہت مشکل ہے۔ راستہ نہ صرف کٹھن ہے بلکہ جگہ جگہ کیچڑ اچھالنے والے لوگ بھی ہیں۔ جو حوصلہ توڑتے ہیں، طعنے مارتے ہیں۔ اب اگر 'سکون زون' سے نکلیں تو کپڑے بھیگتے ہیں، درد ملتا ہے، لیکن گھر بیٹھے رہیں تو اپنے آپ سے اور اپنے عشق سے کیا وعدہ ٹوٹتا ہے۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

یہ لمحہ ہے عشق کے امتحان کا، اپنی محبت کی سچائی ثابت کرنے کا۔

بابا فریدؒ ہی سے مشورہ کیوں نہ مانگ لیں۔ مجھے پتہ ہے وہ کیا کہیں گے۔

بھجو بجو کملی، اللہ ورسو مینہہ
جاء ملاں تنہاں سجناں، ٹٹے ناہیں نینہہ

باباؒ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

کملی بھیگتی ہے تو بھیگ جائے، جتنی بارش برسنی ہے برس جائے، میں اپنے عشق کی راہ میں کسی کو آڑے نہیں آنے دوں گا۔ اپنے مقصد سے ضرور جا ملوں گا۔ تاکہ میری پریت نہ چھوٹے، میرا وعدہ نہ ٹوٹے۔

فلرٹ اور عشق میں بس یہی فرق ہے۔ جب مقصد قربانی مانگتا ہے تو 'فلرٹ' بھاگ جاتا ہے جبکہ 'عشق' ڈٹ جاتا ہے۔ عشق سب کچھ داؤ پہ لگا دیتا ہے۔ اپنی پریت نبھاتا ہے۔ چاہے اس کے لیے اسے اپنا آپ لٹانا پڑے۔

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منّے ھو
عشق نہ توڑے مکھ نہ موڑے، توڑے سَے تلواراں کھنّے ھو
جتّول ویکھے راز ماہی دے، لگّے اوسے بنّے ھو
سچا عشق حُسین علیؑ دا باھو سردیوے راز نہ بھنّے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

قربانی کی یہ جرأت تبھی آتی ہے جب آپ کو یقین ہو کہ آپ اپنے لیے نہیں ''اُس'' کے لیے کھڑے ہیں۔ جب آپ کو اندر سے گواہی ملے کہ آپ اپنا نہیں 'اُس' کا کام کر رہے ہیں۔

اپنی زندگی کے مشن کو پہچاننے اور اس سے سچی پریت کرنے کے بعد آپ کے پاس پیچھے ہٹنے کا راستہ بچتا ہی نہیں ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

شمع دے پروانے وانگوں جلدیاں انگ نہ موڑیے
کہے حسین فقیر سائیں دا ، لگڑی پریت نہ توڑیے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

ایک بار اس مشن پہ نکل کھڑے ہوں تو پھر شمع سے اسی والہانہ محبت کا مظاہرہ کریں جو پروانے کے ہاں نظر آتی ہے۔ جب مقصد کی راہ میں تکلیفیں آئیں تو رُخ نہیں پھیرنا، بھاگنا نہیں ہے، ہار نہیں ماننی، پسپائی اختیار نہیں کرنی قربانی دینی ہے، ڈٹ جانا ہے، سہنا ہے، برداشت کرنا ہے، مرجانا ہے اور مثال بننا ہے۔

یعنی اپنی طلب کی جستجو میں جان گنوا دینا ہی سچی کامیابی ہے۔

بقول سلطان باھوؒ:

"نام فقیر تدائیں تھیندا جدو چ طلب دے مرے ھو"

چوتھا پڑاؤ

مخلوق سے رشتہ

-16-

رشتوں کی سائنس

چنگیاں دے لڑ لگیاں ، جھولی پھل پے
بریاں دے سنگ رلیاں ، اگلے وی ڈل گئے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

ہم سبھی اپنے رشتوں کو مضبوط دیکھنا چاہتے ہیں۔ اپنے ناطوں کو توانا دیکھنا کس کی آرزو نہیں؟ لیکن زگ زگلر جیسا تعلقات کا ماہر قریباً اسی سال کی عمر میں یہ اعتراف کرتا نظر آتا ہے کہ ابھی تک مجھے تعلقات بنانے اور نبھانے کی سائنس کی الف ب بھی سمجھ میں نہیں آئی۔

انسانی رشتے بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں اور اتنے ہی نازک بھی۔ ہم کھیل، بزنس اور دیگر محازوں پر تو جیت جاتے ہیں لیکن رشتوں کی دوڑ میں اکثر ہار جاتے ہیں۔

رشتوں ناطوں کو بنانے، سنوارنے اور قائم رکھنے کا راز کیا ہے؟

جواب بابا فریدؒ سے پوچھتے ہیں:

نوں سو اکھر ، کھون گن، جیبھا منیا منت
ایہ ترے بھینے ویس کر تاں وس آوی کنت

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

پہلا راز۔ عاجزی

دوسرا راز۔ برداشت

تیسرا راز۔ میٹھی زبان

عاجزی، برداشت اور میٹھی زبان کے بل بوتے پر آپ دلوں کو کیا پوری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس غرور کے مارے ہوئے، عدم برداشت اور تلخ لہجے والے لوگوں کو دلوں کو توڑنے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے۔

رشتوں کی سائنس کو سمجھنے کے لیے صوفی وزڈم کی سادہ، دل پہ لگنے والی باتیں مشعلِ راہ ہیں۔ آیئے رشتے نبھانے کے بنیادی اصولوں کا کھوج لگائیں۔

لالچ سے آزادی:

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ جہاں لالچ ہو وہاں محبت کا کیا کام؟ لالچ پہ مبنی رشتے کبھی نہیں نبھتے۔ رشتوں میں لالچ، محبت کی موت ہے۔ لالچ پہ مبنی رشتے کبھی دیرپا نہیں ہوتے۔ ان کی مثال اس ٹوٹے چھپر کی سی ہے جس کے نیچے موسلا دھار بارش میں ہم چند لمحے مجبوری میں پناہ تو لے

لیتے ہیں لیکن جیسے ہی بارش تھم جائے ہم شکر کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جب تک ہم اس چھپر کے نیچے ہوں، چھت کے گرنے کا ڈر ہمارے دلوں میں اٹکا رہتا ہے۔

جان لوبھ تاں ایہہ کیا؟ لوبھ تاں کوڑا ایہہ
کچر جھٹ لنگھایئے چھپڑ ٹُکے مینہ

باباؒ فرید: مینجمنٹ گرو

ایسے رشتوں کا کیا فائدہ جن کی موجودگی میں ہم خود کو غیر محفوظ محسوس کریں؟ کیا کبھی آپ نے کسی ایسے رشتے سے نبھا کیا ہے جس میں آپ خود کو مجبوری میں پھنسا ہوا محسوس کریں اور پہلا موقع ملتے ہی اس بندھن سے الگ ہو جائیں؟ کیا اس رشتے سے آزاد ہوتے ہی آپ کو سکون کا احساس ہوا ہے؟

کیا آپ کو کبھی لگا کہ آپ سے آزادی کے بعد کسی اور نے بھی اطمینان کا یہی احساس محسوس کیا ہے؟

عیب گوئی سے پرہیز:

ہم میں سے کتنوں کا کتنا سارا وقت دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور ان کی نشر و اشاعت میں گزر جاتا ہے۔ بڑا مزا آتا ہے ناں دوسروں کی برائیاں کرنے میں۔ سچ یہ ہے کہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے آپ اپنا امیج خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہے ہوتے۔

انہاں گلاں تھی کی کرنا عیب کسے دا کرنا
اپنا آپ سنبھال محمد، جو کرنا سو بھرنا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

میاں محمد بخشؒ کی بات مان لیجئے، جو کہہ رہے ہیں کہ خود کو سنبھالو، اپنی پرواہ کرو، اپنے آپ کو سنوارو۔ وہی وقت اگر اپنی منزل کی تیاری کرنے پر لگاؤ گے تو اتنا آگے نکل جاؤ گے کہ کسی کو نیچا دکھا کے خود کو بڑا ثابت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

احساس:

کئی دفعہ ہم اپنے دکھ میں اتنا کھب جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے آس پاس کے لوگوں کا درد محسوس تک نہیں ہوتا۔ اگر آپ اپنے دل کی گہرائیوں سے سوچیں تو آپ کو یاد آئے گا کہ سب سے زیادہ سچی خوشی آپ کو دوسروں کے لیے کچھ کرنے میں محسوس ہوتی ہے۔ جب آپ اپنی ذات سے اُٹھ کر، اپنی ضرورتوں کو قربان کر کے کسی اور کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں تو آپ کا دل خوشی سے جگمگا اُٹھتا ہے۔

سچی خوشی پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ دوسروں کے چہروں پہ خوشیاں بکھیری جائیں۔

میں جانیا دکھ مجھی کو دکھ سبھائے جگ
اُچے چڑھ کے ویکھیا تاں گھر گھر ایہا اگ

بابافریدؒ: مینجمنٹ گرو

اپنی ذات سے اُٹھ کر دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ آپ کا درد کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ ہفتے پہلے میری بیوی کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ مجھے جناح ہسپتال کی ایمرجنسی میں چند منٹ گزارنے کا موقع ملا۔ میرا دل اسی لمحے سجدۂ شکر میں گر گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں کتنی شاندار زندگی جی رہا ہوں۔ خدا نے مجھے کتنی تکلیفوں، دکھوں اور آزمائشوں سے دُور رکھا ہوا ہے۔

لیکن جب تک ہم اپنے آپ سے باہر نہیں جھانکیں گے ہمیں نہ دوسروں کے دردوں کا احساس ہوگا نہ ہی اپنی خوش بختی کا۔

کردار کی پختگی:

مضبوط دیرپا تعلقات قائم رکھنے میں آپ کا کردار حتمی کردار ادا کرتا ہے۔ کیا آپ کے آس پاس ایسے لوگ ہیں جنھیں آپ اپنے قریبی لوگوں سے ملوانے میں ہچکچاتے ہیں؟

بھروسہ بنانے میں عمر لگتی ہے اور ٹوٹنے میں لمحہ۔ یہ بات کس کو نہیں پتہ؟ لیڈر کا کردار یہ ہونا چاہیے کہ اس کی موجودگی میں تمام لوگ خصوصاً خواتین خود کو محفوظ محسوس کریں۔

وڈی ماں برابر جانی ایں، اتے بھین برابر چھوٹڑی نوں
جتی ستی نما نڑے ہو رہیے، ثابت رکھیے ایس لنگوٹڑی نوں

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

لیڈر بس جانتے بوجھتے انجان بنا رہتا ہے۔ وہ ہر بات میں کودتا نہیں ہے۔ اسے اپنے امیج کی پرواہ ہوتی ہے۔

رشتوں کو قائم رکھنے کے لیے اپنی کردار سازی پہ توجہ دیں۔

شیئر کرنے کی عادت:

اپنے گودام بھرنا اور اپنے بینک بیلنس پہ سانپ بن کے بیٹھے رہنا ہی اگر رواج پا جائے تو باقیوں کی پرواہ کون کرے گا؟

جن لوگوں کے ساتھ آپ رشتہ محسوس کرتے ہیں کیا اپنی خوشحالی کے ثمرات سے ان کو فیض یاب کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں؟ ایسا معاشرہ جس میں ایک کے گھر میں آٹے کے امبار لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کے گھر میں فاقے ہوں، وہاں سے سکون اور خوشی رخصت ہو جاتی ہے۔

اکناں آٹا اگلا، اکناں ناہیں لون
اگے گئے سجانسن، چوٹا کھاسی کون

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

اگر آپ نے صرف اپنے دسترخواں کو سجانے پہ توجہ رکھی اور ہمسایوں کے چولھوں کی پرواہ نہ کی تو بابا فریدؒ ڈرا رہے ہیں آپ کو۔۔۔ اگلے جہاں جا کے آپ کو پتہ چلے گا کہ چوٹ کس کو پڑتی ہے؟ حساب کس کا ہوتا ہے؟

چمک پہ نہ جائیں:

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا، جے کوئی اس نوں جانے ہو
منہ کالا دل چنگا ہووے، تاں دل یار پچھانے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

رشتوں کی بنیاد لوگوں کی ظاہری چمک دمک کو نہ بننے دیں۔ کپڑوں کے برانڈ، گاڑیوں

کے ماڈل اور گھر کے سائز سے دوستی کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ مت کریں۔ کسی کے کپڑوں کا میلا ہونا، گاڑی کی بجائے پیدل ہونا، چھت کی بجائے بے گھر ہونا، اس کی دوستی ترک کرنے کی وجہ نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح ظاہری شکل وصورت پہ بھی مت جائیں۔ کسی کا رنگ کالا ہونا کم از کم دل کے کالے ہونے سے پھر بھی بہتر ہے۔

آنکھیں کھلی رکھیں:

سکھاں عیشاں موجاں اندر ہر کوئی یار کہاندا

سنگی اوہ جو تنگی تک کے بنے پنجہال دکھاندا

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

خود کو ایسے رشتوں سے ابھی سے الگ کر لیں جو صرف عیش موج کے لیے آپ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ بات کہنی آسان اور پرکھنی بے حد مشکل ہے۔ افسوس یہ کہ اس سچائی کا پتہ تبھی چلتا ہے جب کوئی تنگی میں آپ کو تنہا چھوڑ کے جا چکا ہوتا ہے۔

میاں محمد بخشؒ نے تعلقات کو پرکھنے کی کسوٹی کچھ یوں بتائی ہے۔

دنیا دے وچ رکھ فقیرا ایسا بہن کھلون

کول ہوویں تے ہسن سارے دور ہوویں تے رون

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

اگر آپ کی موجودگی لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹیں بکھیر دے اور آپ کی غیر موجودگی میں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں تو یہ آپ کے لوگوں سے مضبوط رشتے کی علامت ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ کے ہونے سے لوگوں کو آنسو ملیں اور آپ کے جانے سے ان کی مسکراہٹیں واپس لوٹ آئیں تو جان لیجئے رشتہ نام کی یہاں چیز ہی کوئی نہیں ہے۔

-17-

رس بھری باتیں

جس وچ گجھی رمز نہ ہووے دردمنداں دے حالوں
بہتر چُپ محمد بخشا سخن اجیہے نالوں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

کسان اپنے بیٹے کے غصے سے بڑا پریشان تھا۔ اس کا نوجوان بیٹا گاؤں کے تقریباً ہر شخص سے گتھم گتھا ہو چکا تھا۔ اس کا غضبناک غصہ کسی کے قابو میں نہیں تھا۔ کسان سمجھا سمجھا کے تھک گیا لیکن بیٹے پر اثر نہ ہوا۔

بیٹا آہستہ آہستہ اکیلا رہ گیا۔ گاؤں میں کوئی اس سے بات تک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی باتوں کے تیر سہنے کو کوئی تیار نہ تھا۔

بیٹے کو احساس ہوا۔ اپنے باپ کے پاس آیا اور بولا ''مجھے سمجھ نہیں آتی میں اپنے غصے، اپنی زبان، اپنے ہاتھ پہ کیسے کنٹرول کروں؟''

''تم سنجیدہ ہو؟'' کسان نے پوچھا۔

''جی ہاں... میں ہر قیمت پر اپنے غصے اور برے رویے سے آزادی چاہتا ہوں''۔

کسان کے پاس زبردست ترکیب تھی۔

کسان نے اپنے بیٹے کو ایک بھاری کلہاڑا اور بہت سے بھاری کیل تھما دیے اور کہا کہ جب تمہیں غصہ آئے تو تم یہ سامنے والی لکڑی کی باڑ میں ایک کیل ٹھونک دینا۔

لڑکے کو جب جب غصہ آتا وہ اُٹھتا، کلہاڑا اور کیل پکڑتا اور ایک کیل لکڑی کی دیوار میں گاڑ دیتا۔ کیل گاڑنا آسان کام نہیں تھا بڑی جان مارنی پڑتی تھی۔ زور لگانا پڑتا تھا۔ اس کے باوجود پہلے دن اس نے 47 کیل ٹھونکے۔

دوسروں پہ غصہ کرنے کی بجائے، لڑائی جھگڑے کو چھوڑ کے واپس گھر کے باغیچے کے ساتھ بنی لکڑی کی دیوار میں مشقت سے کیل ٹھونکنا غصہ کنٹرول کرنے کا آسان طریقہ نہیں تھا۔ اگلے دن اس نے 39 کیل ٹھونکے۔

کسان کی تکنیک زبردست تھی۔

آہستہ آہستہ کیلوں کی تعداد کم ہونے لگی۔ لڑکا اپنے غصے کو قابو کرنا سیکھ رہا تھا۔

اس نے سیکھ لیا تھا کہ کیل ٹھونکنے پہ جتنی طاقت اور وقت لگتا ہے اس سے کم طاقت اور وقت لگا کے وہ اپنے غصے کو قابو کر سکتا ہے۔ کئی ہفتوں کے بعد ایک دن ایسا آیا جب لڑکے نے ایک بھی کیل دیوار میں نہیں لگایا۔ وہ اپنے باپ کے پاس آیا اور بولا ''اب مجھے اپنے غصے پر قابو کرنا آ گیا ہے۔ کئی دفعہ تو مجھے لگتا ہے کہ غصہ کنٹرول کرنا آسان ہے اور کیل ٹھونکنا مشکل ہے''۔

کسان نے خوشی سے اسے شاباش دی اور کہا کہ ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی۔

آج سے ہر روز جب جب تم ایک پورا دن بغیر کسی پہ غصے ہوئے، بغیر کسی کا دل

توڑے، بغیر کسی سے اُلجھے، بغیر کسی کے جذبات کو تکلیف دیئے گزارو گے تو لکڑی کی دیوار میں لگے کیلوں میں سے ایک کیل نکال باہر کھینچو گے۔

لڑکے نے منظور کر لیا۔

دن گزرتے گئے، کیل نکلتے گئے، کبھی کم تو کبھی زیادہ۔

کئی مہینوں کے بعد کسان کا لڑکا، جو کہ اب ایک ملنسار، ذمہ دار اور میچور انسان بن چکا تھا، واپس کسان کے پاس آیا اور ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ بولا "میں نے دیوار سے سارے کیل نکال دیئے ہیں۔ اب وہاں کوئی کیل موجود نہیں ہے"۔

کسان بہت خوش ہوا۔ اسے خود بھی پتہ تھا۔ اس کی ہر حرکت پر کسان کی نظر تھی۔ گاؤں کے بہت سے لوگوں نے کسان کو اس کے بیٹے کے مزاج کی تبدیلی کے بارے میں مبارک باد دی تھی۔

کسان نے اپنے بیٹے کو پیار سے گلے لگایا اور کہا چلو مجھے وہ دیوار دکھاؤ۔

"دیکھا بابا اب یہاں ایک بھی کیل نہیں ہے" لڑکا چہک کے فاتحانہ انداز میں بولا۔

کسان کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی آگئی اور بولا "بیٹا ذرا دیوار کو غور سے دیکھو۔ لکڑی کی اس دیوار میں کتنے چھید ہیں، کتنے سوراخ ہیں۔ بے شک تم بدل گئے ہو لیکن یہ دیوار کبھی پہلے جیسی نہیں رہے گی۔ یہ زخموں کے نشان ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے کہ کسی نے تواتر سے اس پہ کتنے وار کیئے ہیں"۔

جب آپ غصے میں کسی کو لفظوں کی چوٹ لگاتے ہیں تو ہر لفظ دوسروں کے دل کی دیوار پہ ایک نشان چھوڑ جاتا ہے۔ جو مشکل سے ہی جاتا ہے۔

اگر آپ ایک شخص کے پیٹ میں چاقو گھسا دیں اور بعد میں جتنی مرضی معافیاں مانگ لیں، اور وہ بے شک آپ کو معاف بھی کر دے لیکن زخم کا نشان تو رہے گا۔ زبان کے زخم بھی اتنے ہی تکلیف دہ ہیں جتنے کہ چاقو کے۔

درد منداں دے سخن محمد دیہن گواہی حالوں
جس پلّے پھُل بدھے ہوون آوے باس رومالوں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

آپ کے دوست، بہن بھائی، بہت قیمتی ہیں۔ ہیروں اور لال و جواہر کی طرح ہیں۔ اپنے لفظوں سے ان کی ڈھارس بندھایئے۔ اپنی گفتگو سے ان کے دل جیتیئے۔ اپنی باتوں سے ان کے دلوں کو خوشیوں سے بھر دیجئے۔ غصے میں کبھی کچھ ایسا مت کہیے کہ ان کے دل پہ اس کا نشان چھید بن کر ہمیشہ باقی رہے۔

اپنے پیاروں کے ساتھ آپ کی گفتگو ایسی ہونی چاہیے کہ آپ کے لہجے کی خوشبو دیر تک ان کے ساتھ رہے۔

سخن بھلا جو درروں بھریاں ، بن درروں کجھ ناہیں
نراں کماداں فرق رہودا ، کیا کانے کیا کائیں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

ہماری محبت کے جو لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں عموماً انھی کو ہم زیادہ دکھ دیتے ہیں۔ ہم اپنے کسٹمرز کو تو بڑی عزت سے، پیار سے بلاتے ہیں۔ ان کی جلی کٹی سب سہتے ہیں۔ چپ رہتے ہیں۔ جی جی کرتے ہیں۔ اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہیں۔ ہر شکائیت کو خندہ پیشانی سے، کھلے دل سے سنتے ہیں۔ اپنی غلطی پہ معافی بھی مانگتے ہیں اور اگر کسٹمر زیادہ غصے میں ہو تو اس کی بھڑاس نکالنے کے لیے بھی جتن کرتے ہیں۔

لیکن اپنے پیاروں، بہن بھائیوں، قریبی دوستوں اور بچوں کی ذراسی بات برداشت نہیں کرتے۔ کسٹمر سروس کی ساری ٹریننگ بھول کر اپنے لفظوں کے چاقو ان کے دلوں میں اُتارتے رہتے ہیں۔

تعلقات کے گرو میاں محمد بخشؒ کی کمیونی کیشن تھیوری سیدھی دل میں اُترتی ہے۔ گفتگو کا ایک ہی اصول ہے۔

''جب بھی گفتگو کے لیے منہ کھولیں پہلے یہ سوچ لیں کہ میری بات سے کسی کا دل جُڑے گا یا ٹوٹے گا؟ اگر آپ کی بات سے کسی کا دل ٹوٹنے کا ڈر ہو تو ایسی گفتگو سے خاموشی لاکھ درجے بہتر ہے''۔

آپ کی گفتگو میں اگر دوسروں کا درد نہیں، ان کے لیے احساس نہیں تو آپ اپنے لفظوں کی فضول خرچی نہ ہی کریں تو اچھا ہے۔ گنے اور کانے میں بس ایک ہی فرق ہے۔ وہ ہے ''رس'' کا۔ اگر رس نہیں تو شکل وشباہت، قد کاٹھ میں دونوں میں کچھ بھی مختلف نہیں۔

آپ ''کانا'' گفتگو پہ یقین رکھتے ہیں یا ''گنا'' گفتگو پہ؟ ''کانا'' کمیونی کیشن دل توڑتی ہے۔ جبکہ رس بھری ''گنا'' کمیونی کیشن دل جوڑتی ہے۔ آپ کا انتخاب کیا ہے؟

-18-

ٹیم ورک

نال کوسنگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ھو
تمے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑ مکے لے جایئے ھو
کانواں دے بچے ہنس ناں تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ھو
کوڑے کھوہ ناں مٹھے ھوندے باھو توڑے مناں کھنڈ پایئے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

دنیا میں آج تک کسی اکیلے انسان نے کچھ بڑا حاصل نہیں کیا۔
لیڈر کی کامیابی کا سب سے زیادہ انحصار اس کی ٹیم کے ان بہترین لوگوں پہ ہے جن پر وہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔

اگر لیڈر کی 'کور ٹیم' کے لوگ مشن کی ناکامی یا کامیابی میں سب سے زیادہ اہم ہیں تو کتنا ضروری ہے کہ ٹیم بناتے وقت خوب جان ماری جائے۔ چھان بین کی جائے۔ صحیح ترین لوگوں کو ٹیم میں شامل کیا جائے۔ غیر موزوں لوگوں کو ٹیم سے دور رکھا جائے۔

سلطان باھوؒ جو لیڈر شپ کے اتنے بڑے ماہر ہیں، وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

غلط بندے کو ٹیم میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ غلط بندہ ہوتا کون ہے؟ جس کی ذاتی اور اخلاق اقدار آپ کی اور ادارے کی قدروں سے متضاد ہوں۔

جو آپ کے مشن اور خوابوں میں یقین نہ رکھتا ہو۔

جو دوستی کی آڑ میں دشمنی نبھا رہا ہو۔

جو محض اپنے ذاتی فائدے کے لیے ٹیم اور مشن پہ یقین کا ڈھونگ رچا رہا ہو۔

جس کے لیے اپنا لالچ ٹیم اور ادارے کے مقصد سے کہیں اہم ہو۔

جس کی فطرت میں ڈنگ مارنا، دھوکہ دینا ہو۔

اگر آپ جانتے بوجھتے بطور لیڈر ایسے شخص کو ساتھ رکھتے ہیں تو سلطان باھوؒ کی وارننگ سن لیجیے۔ ''آپ اپنے کل کو تباہ کر لیں گے''۔

غلط لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تو آپ اپنا مستقبل تار تار کر بیٹھیں گے۔ غلط لوگ آپ کے اور ادارے کے لیے دھبہ بن جائیں گے۔

تبدیلی کے بارے میں صوفی گروز کی فلاسفی بڑی دوٹوک اور واضح ہے۔ تمام صوفی دانشور اس بات پہ متفق ہیں کہ جو لوگ فطری طور پر پیدائشی خراب ہیں انھیں ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ انھیں جتنا مرضی سدھارنے کی کوشش کر لیں وہ کبھی نہیں بدلیں گے۔

تو پھر حل کیا ہے؟

حل دو مرحلوں پر مشتمل ہے۔

پہلا مرحلہ:

یہ یقین کرلیں کہ بندہ خراب ہے۔ محض شک نہیں۔ پکا یقین۔ کئی بار ہم دوسروں پہ غلط ہونے کا الزام لگا کے انھیں خراب قرار دے دیتے ہیں۔ بعد میں احساس ہوتا ہے کہ یہ خرابی نہیں محض غلط فہمی تھی اور یوں آپ ایک صحیح بندے سے ٹیم کو محروم کر دیتے ہیں۔

دوسرا مرحلہ:

جب طے ہو جائے کہ بندہ غلط ہے تو اسے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ٹیم سے نکال باہر کریں۔

ایسے بندے کو دوسرا چانس نہیں دینا چاہیے؟

سلطان باھوؒ کہتے ہیں بالکل نہیں۔

کیوں؟

اس لیے کہ غلط بندہ کبھی صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ عارضی طور پر اپنی غلطی کو چھپا سکتا ہے لیکن فطرت سے مجبور ہو کر پلٹ کر اپنی اوقات ضرور دکھائے گا۔ جیسے تُمّے (ایک کڑوا پھل) کو چاہے مکے لے جائیں وہ تمہ ہی رہے گا، کبھی تربوز نہیں بن پائے گا۔

کوے کے بچوں کو چاہے جتنے موتی چگوالیں وہ کوے ہی رہیں گے، کبھی ہنس کے بچوں کی جگہ نہیں لے پائیں گے۔

کڑوے پانی کا کنواں کڑوا ہی رہے گا چاہے اس میں منوں کے حساب سے شکر اور گڑ ڈال دیں۔

سبق کیا ہے؟

اپنی توانائیوں کو غلط لوگوں پر ضائع نہ کریں۔

تموں کو مکے لے جانے، کوؤں کو موتی چگوانے اور کڑوے کنویں میں شکر ڈلوانے پہ

ادارے کا وقت، توانائیاں اور وسائل برباد نہ کریں۔ ان ساری کوششوں کا نتیجہ صفر نکلے گا۔ آپ کے ہاتھ دھبوں کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

ان غلط لوگوں کی ٹریننگ پر جو کچھ لگا سب بے کار جائے گا۔ اس کے علاوہ نئے لوگوں کو ڈھونڈنے، ٹیم میں شامل کرنے انھیں سکھانے اور ٹرین کرنے کی قیمت......؟

غلط لوگوں کو ٹیم میں شامل کرنے کی بھاری قیمت کیوں چکاتے ہیں آپ؟ ان سے جان چھڑائیے، اپنا بجٹ، وسائل اور وقت صحیح لوگوں پر انویسٹ کیجیے۔

سکسیس کوچ، شاہ حسینؒ بھی اس معاملے میں سلطان باھوؒ سے متفق ہیں۔

کالے پٹ نہ چڑے سفیدی
کاگ نہ تھیدے بگّے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

شاہ حسینؒ کی دلیل یہ ہے کہ کالے دروازے پہ جتنی چاہے سفیدی چڑھالیں وہ کبھی پوری طرح سفید نہیں ہوگا۔ کالا ہی رہے گا۔ جس طرح کوا کبھی سفید نہیں ہو سکتا۔ اسے سفید کرنے کی کوشش فضول ہے۔ کوا کالا ہوتا۔ یہ حقیقت ہے۔ اسے مان لینا ہی بہتر ہے۔ اسے سفید کرنے پہ جتنا بھی خرچہ کرلیں کوئی فائدہ نہیں۔

حکم ہتھ کم ذات دے سونپ دینا
نال دوستاں کرنیاں ویریاں اے

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

ٹیم میں صحیح لوگوں کو اہم ذمہ داریاں سونپی جانی چاہئیں۔ اگر اختیار کی طاقت غلط ہاتھوں میں پہنچ جائے تو ایسے ہی فیصلے ہوں گے جو ٹیم، ادارے، کسٹمرز اور باقی تمام سٹیک ہولڈرز میں سے کسی کے حق میں صحیح نہیں ہوں گے۔

بطور لیڈر آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہر پوزیشن پر درست افراد کو متعین کریں۔ جو ٹیم، کسٹمرز اور معاشرے کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں۔

ساتھ نبھانا ٹیم بلڈنگ کا اہم اصول ہے۔

وارث شاہ ہتھ پھڑے دی لاج ہوندی
ساتھ کرئے تے پار اُتارئے جی

وارث شاہؒ: لائف سٹریجٹسٹ

صحیح لوگوں کے ساتھ ایک بار ٹیم اپ ہو جائیں تو درمیان میں چھوڑ کے جانا ٹیم سپرٹ کے خلاف ہے، جب کسی کا ہاتھ پکڑ لیں تو اس کی لاج رکھنا ضروری ہے جب تک منزل پہ نہ پہنچ جائیں ہاتھ سے ہاتھ چھوٹنا نہیں چاہئے۔

جس ٹیم کا، جس ادارے کا ایک بار آپ ہاتھ پکڑ لیں تو ساتھ نبھانے کا تقاضہ تو یہی ہے کہ مشن پورا ہونے تک آپ ہمسفر رہیں۔

ٹیم بلڈنگ پھولوں کی سیج نہیں۔ بہت سے لیڈر حریفوں کے ہاتھوں نہیں اپنی ٹیم کے ہاتھوں لٹتے ہیں۔

تو پھر خود کو کیسے بچایا جائے اُن لٹیروں سے، ان ٹھگوں سے؟

جواب شاہ حسینؒ ہی سے مانگتے ہیں۔

جنہاں پاک نگاہاں ہوئیاں
کدی ناں جاندے مُٹھے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ آپ کی نیت خالص ہو۔ آپ کا مقصد عظیم ہو۔ آپ لالچ سے دُور ہوں۔ آپ اپنی ذات سے اُوپر اُٹھ کر کچھ بڑا کر گزرنا چاہتے ہوں۔ آپ کے مشن کی سمت دوسروں کے فائدے کی طرف ہو۔ آپ کی کامیابی کے ثمرات معاشرے میں اچھائی کو فروغ دینے والے ہوں۔ آپ کا ہدف انسانوں کی زندگیوں میں آسانی پیدا کرنا ہو۔

اگر ایسا ہو تو آپ کو شاہ حسینؒ کی طرف سے یقین دہانی ہے کہ اس خالص نیت، جذبے اور خواب کے ساتھ کوئی آپ سے ہاتھ نہیں کر سکتا، کوئی غلط شخص آپ کی ٹیم کا حصہ بن کر آپ کی ریاضتوں کو رائیگاں نہیں کر سکتا۔

جب آپ کی نیت پاک ہوگی، تو آپ پاک نگاہوں کے حصار میں آ جائیں گے۔ ان پاک نگاہوں کے ہوتے ہوئے کوئی آپ کی ٹیم، ادارے یا مشن کو میلی آنکھ سے دیکھ نہیں سکے گا۔

لوک ایانے متیں دیون عاشقاں مت ناں بھاوے ھو
مڑن محال تنہاں دا باھوؒ جنہاں صاحب آپ بلاوے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

-19-

ایکشن ری پلے

سچی گل سنیوے کیونکر، کچی ہڈاں وچ رچّی
سچی گل سنی تناہاں، چنگ جینہاں تن مچّی

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

عام چھوٹی موٹی دکانوں سے لے کر فارچون کمپنیوں تک کی ناکامیوں کے پیچھے ایک بڑی وجہ 'فیڈ بیک' کو نظر انداز کرنا ہے۔

'فیڈ بیک' کیا ہے؟ سادہ لفظوں میں سٹیڈیم میں لگا سکور بورڈ جو آپ کو بتاتا ہے کہ آپ کی کارکردگی کیسی جا رہی ہے۔ سکور بورڈ کسی کو اچھا برا نہیں کہتا۔ اس کا کام صرف سکور بتانا ہے۔ اس پہ جو تھوڑا بہت تبصرہ کمنٹری باکس میں ہوتا ہے وہ بھی اسی فیڈ بیک کا حصہ ہے۔

اگر کھلاڑی اور خصوصاً کپتان سکور بورڈ کی باتوں کو نظر انداز کرے گا تو میچ کا نتیجہ آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

لیڈروں کی انا جب 'سب اچھا ہے' سننے کی عادی ہو چکی ہو تو لیڈر اپنے اور لوگوں کے درمیان ایک ایسا سینسر بورڈ لگا دیتے ہیں جس میں سے صرف اچھی خبریں اُن تک پہنچتی ہیں جبکہ بُری خبریں سینسر کر کے واپس بھجوا دی جاتی ہیں۔ کوئی بُری خبر آپ کے کانوں میں نہیں پڑتی۔

یہی وجہ ہے کہ بالآخر بُری خبروں کو سننا آپ کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ آپ کا سینسر بورڈ ان خبروں کو آپ سے چھپانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ بری خبریں اب بل بورڈز بن کے سڑکوں، چوراہوں پر آویزاں ہو جاتی ہیں۔ آپ کی کمپنی کے بارے میں بری خبریں اب ٹی وی پہ بریکنگ نیوز کا حصہ بن جاتی ہیں۔

فیڈ بیک کے ساتھ آپ تین طرح کا سلوک کر سکتے ہیں:

پہلا سلوک:

کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ کوئی کچھ بھی کہتا رہے پرواہ نہ کریں۔ کسی نصیحت پہ کان نہ دھریں۔ ہر مشورے کو نظر انداز کر دیں۔ کسی تجویز کو خاطر میں نہ لائیں۔

دوسرا سلوک:

آپ آئینہ دکھانے والے کو آئینہ دکھا دیں۔ اس پہ جوابی حملہ کر دیں۔ اس پہ ایسا وار کریں کہ اُس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔ اس کی ایسی دھلائی کریں کہ آئندہ وہ کبھی آپ کو مشورہ یا فیڈ بیک دینے کی جرأت نہ کر سکے۔

تیسرا سلوک:

ہاتھ اُٹھالیں۔ ہمت ہار دیں۔ اپنی کمزوریوں کا اس حد تک اعتراف کر لیں کہ اس کام سے ہی ہاتھ کھینچ لیں۔ شکست مان لیں۔ رو رو کے سب کو بتائیں کہ آپ اس لائق ہی نہیں ہیں۔

ان تینوں میں سے کون سی سٹریٹجی درست ہے؟

کوئی بھی نہیں۔

تو پھر صحیح لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے؟

جھوٹی لوریوں سے بیزاری دکھائیں۔ سچ سننے کی عادت ڈالیں۔

ڈاکٹر کینتھ بلینچرڈ فیڈ بیک کو چمپئین کا ناشتہ کہتے ہیں۔ شاہ حسینؒ کے خیال میں فیڈ بیک جو سکور بورڈ کی طرح غیر جانبدار ہے اس سے سچی دوستی کر لیں۔ اسے یہ 'تحفظ' دیں کہ وہ آپ کو بغیر سینسر کیے پوری بات بتائے۔ اسے اعتماد دیں کہ آپ جرأت کے ساتھ کھٹی میٹھی، تلخ و شیریں ہر قسم کی تنقید کے لیے تیار ہیں۔

فیڈ بیک کی ایڈوانس شکل کرکٹ میچ کا "ایکشن ری پلے" ہے۔ اگر آپ حوصلے سے، کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے نہیں کہ آپ کیسے "کلین بولڈ" ہوئے تھے تو اگلی بار اس "گگلی" سے کیسے بچیں گے؟

فیڈ بیک کی سچی اور کھری باتیں وہی سنتا ہے جس کے تن بدن میں اپنے مشن سے عشق کی چنگاریاں ہوں۔ جو ہر قیمت پر اپنے ہدف تک پہنچنا چاہتا ہو۔ جس کی لگن سچی ہو۔

'ری پلے' دکھانے والے لوگ آپ کے لیے نعمت ہیں۔ انھیں تحفظ دیجیے، عزت دیجیے تاکہ وہ کھلے دل سے، بلا خوف، جرأت سے آپ کو آئینہ دکھاتے رہیں۔

-20-

لیڈر شپ ایک رشتہ

عشق دی بھاہ ہڈاں وچ بالن، عاشق بیہہ سیندے ہو
ہوئے ہزاراں عاشق باھو، پر عشق نصیب کہیندے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

لیڈر شپ میری نظر میں ایک رشتے کا نام ہے۔ ایک ایسا اہم رشتہ جو لیڈر اور اس کے ''پیروکار'' میں قائم ہوتا ہے۔ لیڈر اور مینیجر میں ایک سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مینیجر کے صرف ماتحت ہوتے ہیں، جبکہ لیڈر کے چاہنے والے، اس پہ بھروسہ کرنے والے، اس کو فالو کرنے والے، اس کے لیے کر گزرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ ایک رشتے کی کوالٹی کا فرق ہی ہے جو کسی مینیجر کو لیڈر بنا دیتا ہے۔

لیڈر کے اپنے لوگوں کے ساتھ اس رشتے کی سائنس کو جس خوبصورتی سے صوفی بزرگوں نے سکھانے کی سچی جستجو کی ہے، شائد ہی اس کی مثال کسی اور لیڈرشپ لٹریچر میں ملتی ہو۔ میری ذاتی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ لیڈر اور اس کی ٹیم میں رشتے کی مضبوطی، سچائی اور طاقت ہی طے کرتی ہے کہ لیڈر اپنا وژن، مشن یا خواب پورا کر پائے گا یا نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ لیڈر اور ٹیم کا رشتہ مشن میں کامیابی کا ضامن ہے۔ اگر یہ رشتہ مضبوط ہے تو لوگ لیڈر کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ لیکن جب یہ رشتہ کمزور ہوتا ہے تو لوگ جان دینے کی بجائے جان چھڑانے، جان بچانے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔

جب لیڈر ان سارے رشتوں کو جوڑتا ہے تو لیڈر اپنے ادارے، خاندان، ملک اور قوم کے لیے وہ کچھ کر جاتا ہے جس کا کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔

کامیاب لیڈرشپ لوگوں سے نہیں، خود سے شروع ہوتی ہے۔ دوسروں کو لیڈ کرنے سے پہلے ہمیں خود کو لیڈ کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں کو انسپائر کرنے سے پہلے خود کو انسپائر کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اپنے ساتھ خوش نہیں رہ سکتا وہ بھلا دوسروں کو کیسے خوش رکھ سکتا ہے۔ جو خود اپنی کمپنی میں دو منٹ نہ گزار سکے، دوسرے اس کی کمپنی کیسے انجوائے کریں گے؟

اجنبیوں سے رشتہ بنانا آسان نہیں ہوتا پہلے انھیں جاننا، سمجھنا اور پرکھنا ضروری ہے۔ ہم میں سے اکثر خود اپنے لیے اجنبی ہیں۔ خود کو جانتے ہی نہیں۔ خود سے جان پہچان کے بغیر رشتہ کیسے بن پائے گا؟ اور اگر خود سے ہی رشتہ بن نہیں پائے گا تو ہم آگے بڑھ ہی نہیں پائیں گے۔ خود سے رشتہ کمزور پڑا نہیں اور عمارت ہوگئی زمین بوس۔

خود کو جاننے کے عمل کے ذریعے آپ خدا کو جاننے کا سفر شروع کریں گے۔ آپ اپنے زندگی کے مقصد اپنے شوق اور کارکردگی میں ہم آہنگی پیدا کر پائیں گے۔ آپ خود کو مضبوط، طاقت ور اور توانا محسوس کریں گے۔ کیونکہ آپ کو اپنے اندر کی اصل طاقت کا پتہ چل جائے گا۔

چھوڑ ترکھائی پکڑ حلیمی، بھئے صاحب تھیں ڈر وو
کہے حسین حیاتی لوڑیں، مرن تھیں اگے مر وو

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

تیکھی زبان، تیکھے جملے، طنزیہ باتیں، طعنوں کے تیر، کبھی پائیدار رشتوں کی ضمانت نہیں ہوتے۔ رشتہ ماں باپ کے ساتھ ہو یا بیوی بچوں کے ساتھ.... میٹھی زبان، بردباری اور خوفِ خدا ہی کامیاب رشتوں کی اساس ہے۔ شاہ حسینؒ کا مشورہ ہے، کہ اس کی مخلوق سے رشتہ جوڑنے سے ہی ہم اپنے خالق کے ساتھ دائمی رشتے کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

تند و تیز، دل دکھانے والی تیکھی گفتگو کی بجائے دلوں میں رس گھولنے والی، حوصلہ بڑھانے والی، امید جگانے والی گفتگو سے دلوں کو فتح کیجئے۔ لیڈر کا کام مایوسی کے اندھیروں میں امید کی روشنی جگانا بھی ہوتا ہے۔ یہ روشنی کبھی دوسروں کو ذلیل کرنے، انہیں چھوٹا ثابت کرنے، حقیر بنا کے رکھنے اور شرمندہ کرتے رہنے سے نہیں جلتی۔ یہ روشنی جلتی ہے، بڑھتی ہے اور پھیلتی ہے حوصلہ افزائی کے جملوں سے۔ دوسروں کو یہ احساس دلانے سے کے روشنیوں کا سفر کرنے کی ساری صلاحیتیں ان کے اندر ہی ہیں۔

فریدا خالق، خلق میں، خلق وسے رب مانہہ
مندا کس نوں آکھیے، جاں تس بن کوئی نانہہ

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

دوسروں کو ہر لمحے ان کی برائیوں کا احساس دلا دلا کے شرمندہ کرنے کی بجائے، انہیں ان کی خوبیوں پر شاباش دیجئے۔ اگر لوگوں کو برا بھلا کہنے اور ثابت کرنے میں آپ کو مزہ آتا ہے، تو

جان لیجئے آپ اپنے ہی رشتوں کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہیں۔

بابا فریدؒ جیسا دانشمند انسان، ہر شخص کے اندر خدا کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے، کسی کو بھی برا کہنے سے ڈر رہا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر کوئی سمجھ جائے کہ دلوں میں خدا رہتا ہے اور یہ کہ خالق اپنی مخلوق کے کتنا قریب ہے اور اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کی بے جا برائی پسند نہیں، تو شائد ہم کسی کو برا بھلا کہنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچیں۔ جب ہمیں مخلوق میں سوائے اس کے کوئی اور دکھے گا ہی نہیں تو پھر ہم کسی کو برا کیسے بولیں گے؟

لیڈرشپ کا مزہ ہی تب ہے جب لیڈر کی موجودگی میں، لوگوں کو اپنی خوبیاں نکھارنے کا اتنا زیادہ موقع ملے، کہ ان کی خامیاں بے معنی سی لگنے لگیں۔

گئی گل زبان تھیں تیر چھٹا
گئے روح قلبوت نہ آوندے نی

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

پائیدار رشتے قائم کرنے کے لیئے لفظوں کے اثرات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ کمان سے نکلے تیر، اور جسم سے نکلی روح کی طرح، زبان سے نکلی بات کبھی واپس نہیں آتی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ چھریوں اور تلواروں کے گھاؤ بھر جانے کے بعد بھی باتوں کے زخم، درد کم نہیں ہونے دیتے۔ شاندار رشتوں کو قائم رکھنے کے لیئے اپنی زبان کے جادو کا صحیح استعمال کیجئے۔ اپنی زبان کے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھیئے۔

لیڈر کے لفظ کسی کی پوری زندگی کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔ اپنی ٹیم کے ساتھ ایسا رشتہ رکھیئے کہ سالوں بعد بھی آپ کے لفظوں کی گرمجوشی، لہجے کی چاشنی اور تاثرات کی سچائی، لوگوں کو آگے بڑھنے، ڈٹے رہنے اور کر دکھانے کا حوصلہ دے۔

فریدا برے دا بھلا کر، غصہ من نہ ہنڈھاء
دیہی روگ نہ لگ ای، پلّے سبھ کجھ پاء

بابافریدؒ: مینجمنٹ گرو

برے شخص کا بھلا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جس نے ہمارے ساتھ برا کیا ہو، جب تک ہم اسے تباہ و برباد نہ کر دیں ہمیں چین کہاں آتا ہے؟ انتقام کی آگ تب تک ہماری نس نس میں جلتی رہتی ہے، سلگتی رہتی ہے، جب تک ہماری آنکھیں، ہم سے برا کرنے والے کی تباہی خود نہ دیکھ لیں۔

بابا فریدؒ کا ٹوٹکہ بڑا عجیب ہے۔ یعنی انتقام چھوڑ کر ان کے ساتھ بھلائی کرنی چاہیے۔ بابا کہہ رہے ہیں کے اس سے تم اپنے دل کو روگ اور بیماریاں لگانے سے بچا پاؤ گے۔ دل میں نفرتیں رنجشیں اور انتقام پالنے سے گویا دل کو مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ بڑے پتے کی بات بتا رہے ہیں بابا فریدؒ اگر آپ اسے پلّے سے باندھ لیں۔

جوتیں مارن مکّیاں، تنھاں نہ ماریں گھم
اپنے گھر جایئے، پیر تنھاں دے چم

بابافریدؒ: مینجمنٹ گرو

مجھ سے تو بابا فریدؒ کی 'برے سے بھلا' کرنے والی بات ہی ابھی ہضم نہیں ہو پائی تھی اوپر سے میں نے ان کی مخلوق سے رشتے کی ایک اور انوکھی تھیوری کھوج ڈالی۔

''اگر کوئی تمہیں مکا مارے تو آگے سے اس کو گھونسہ مارنے کی بجائے، اس کے پاؤں چوم کر گھر واپس آ جاؤ۔''

ابھی کل میری ٹریننگ میں جاوید خٹک صاحب نے ایک رکشے والے کا قصہ سنایا۔ جس پر بابا فریدؒ کی اس تھیوری کو انہوں نے استعمال کیا۔

''اندھے ہو تم، نظر نہیں آتا تمہیں؟'' رکشے والا اپنی غلطی کی پرواہ کئے بغیر خٹک پر برسا۔ اس کی آنکھوں میں خون کھول رہا تھا۔ ''معاف کر دے نا یار'' خٹک صاحب نے بابا فرید کی بات مانتے ہوئے کہا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کے رکشے والا غلط ہے اور ان کے پاس اسے سیدھا کرنے کا 'سامان' بھی موجود ہے۔

رکشے والے کے ایک دم تیور ہی بدل گئے۔ پشیمانی اس کے چہرے پہ چھا گئی۔ لفظ اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ نظریں ملائے بغیر وہ صرف اتنا ہی کہہ پایا: ''کوئی بات نہیں خان صاحب''۔

کیا تبدیلی ہے یہ رویے کی! تو کیا ہمارے پاس دوسروں کے رویّے بدلنے کا اختیار ہے؟

''اندھے ہو'' سے ''خان صاحب''..... اتنا بڑا فرق! اتنی بڑی تبدیلی! بابا فریدؒ کی تھیوری کارگر ہے ذرا آزما کے خود دیکھ لیجئے۔

پانچواں پڑاؤ

جیت کی تیاری

-21-

اک آگ کا دریا ہے

لوہا ہوویں پیا کٹیویں تاں تلوار سڈیویں ھو
کنگھی وانگوں پیا چریویں تاں زلف محبوب بھریویں ھو
مہندی واگوں پیا گھوٹیویں تاں تلی محبوب رنگیویں ھو
وانگ کپاہ پیا پنجیویں تاں دستار سڈیویں ھو
عاشق صادق ہوویں باھو تاں رسم پریم دی پیویں ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

کامیابی راتوں رات نہیں آتی۔ کامیابی ایک پراسس کا نتیجہ ہے۔ اس پراسس میں سے گزرے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی۔ رات کو آم کا بیج بوئیں تو صبح اس پہ پھل نہیں لگے گا۔ کامیابی ایک صبر آزما کام ہے۔

کامیابی کے پراسس کو سمجھنے کے لیے آپ کو زندگی کے تین دائرے سمجھنے ہوں گے۔

پہلا دائرہ ہے "سکون" کا دائرہ۔ اس دائرے میں سکون تو ہے مگر عارضی۔ زندگی کی ساری بے سکونی اسی دائرے کی وجہ سے ہے۔ اس دائرے میں رہتے ہوئے ہم آگے نہیں بڑھ پاتے۔ اس دائرے میں رہنے والے کہیں کے نہیں رہتے۔

اس دائرے کے باسی ہر اُس چیز سے نفرت کرتے ہیں جو انہیں بے سکون کرے، انہیں سکون کے دائرے سے باہر کھینچے۔ تاہم کڑوا سچ یہ ہے کہ اس دائرے میں رہیں گے تو زندگی ویسی ہی رہے گی جیسی اس وقت ہے۔ بلکہ شاید ویسی بھی نہ رہے۔ اس سے بھی بُری ہو جائے۔ اس دائرے میں رہنے والوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ ٹیلنٹ کبھی نکھرنے نہیں پاتا۔

سکون کے دائرے سے کچھ فاصلے پہ ایک اور دائرہ ہے۔ "کامیابی" کا دائرہ۔ اس دائرے پہ سب کی نظر ہے۔ ہر کوئی یہاں کا "ویزا" حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سبھی اس زون میں رہائش کے خواہش مند ہیں۔

زندگی کا سب سے بڑا المیہ جاننا چاہیں گے؟

تو سنیے۔ سکون زون کا ہر رہائشی 'کامیابی زون' میں جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ یہاں سے وہاں جانے کے لیے اسے کچھ بھی نہ کرنا پڑے۔ کچھ بھی نہ کر کے وہاں جانا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں اگر قسمت سے کچھ لوگ یہاں سے وہاں پہنچ بھی گئے تو وہاں ٹھہر نہ سکے۔ قسمت نے پھر واپس اُٹھا کے انہیں 'سکون زون' میں پھینک دیا۔ اگر اُنھوں نے کسی پراسس میں سے گزر کر 'کامیابی' زون کی شہریت سمیٹی ہوتی تو وہاں سے کبھی "ڈی پورٹ" نہ ہوتے۔ پراسس میں سے گزر کر، قانونی طور پر "ویزا" لینے والوں کو کون ڈی پورٹ کرتا ہے بھلا؟ کئی لوگ تو اس چکر میں ایسا پھنستے ہیں کہ اُدھر کے رہتے ہیں نہ اِدھر کے۔

صحیح طریقہ کیا ہے؟ کون سے پراسس میں سے گزرنے کی بات کر رہا ہوں میں؟ 'سکون کے دائرے' میں رہنے والے، 'کامیابی زون' میں جانے کے خواہش مند لوگوں کو ایک اور دائرے میں قیام کرنا پڑے گا۔ اک آگ کے دریا کو عبور کرنا پڑے گا۔ اس دائرے کا نام ہے ''رگڑا زون''۔ اس زون میں نہ صرف کامیابی نہیں ہے بلکہ سکون بھی نہیں ہے۔ تو پھر کیا ہے؟ .....تکلیف۔

اس زون میں ہے وہ 'پراسس' جس میں سے گزر کے آپ کامیابی کے زون میں جانے کے لیے ''تیار'' ہوتے ہیں۔ یہ تیاری لوگوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

یہی وجہ ہے کہ ''بغیر تیاری'' کے وہ کامیابی زون میں چھلانگ مارنے کی زندگی بھر ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔

رگڑا زون سے میری پہلی ملاقات میرے فیورٹ مینجمنٹ گرو سلطان باہوؒ نے کروائی۔

سلطان باہوؒ کے اس ماسٹر پیس کو پڑھنے کے بعد مجھے کامیابی کے پراسس کی سمجھ آ گئی۔

میں اس نرم مزاج لوہے کی طرح تھا جو سکون کے خانہ میں پڑا تھا۔ خواہش کر رہا تھا تلوار بننے کی۔ لیکن گرم، تپتی انگاروں والی بھٹی کے ''پراسس'' سے گزرنے کو 'تیار' نہیں تھا۔ میں نے جان لیا کہ لوہے سے تلوار تک کا سفر طے کرنا ہے تو اس بھٹی میں سے، آگ کے دریا میں سے گزرنا پڑے گا۔ آگ کی بھٹی دراصل ''رگڑا زون'' ہے۔ جس میں سے گزرنے سے ڈرنے کا مطلب ساری زندگی لوہا ہی رہنا ہے۔ تلوار بننے کے خواب کو خدا حافظ کہنا پڑے گا۔

ہم میں سے کتنے لوگ ایک کنگھی کی مانند اپنے محبوب کی زلفوں میں پہنچنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب پتہ چلتا ہے کہ کنگھی بننے سے پہلے اپنی لکڑی کو ''چروانا'' پڑے گا تو ڈر کے مارے واپس 'سکون کے دائرے' میں آ دھمکتے ہیں۔ سوچتے ہیں کنگھی بن کے، محبوب کی زلف میں جا کے کیا کرنا ہے؟ اِدھر ہی ٹھیک ہیں۔ اب کون بھلا اتنی تکلیف سہے؟ کنگھی بننا ہمارے جیسے کے بس کی بات کہاں؟

’’رگڑا زون‘‘ کامیابی زون تک پہنچنے کی قیمت ہے۔ جو قیمت ادا کرے گا وہی قدم جمائے گا کامیابی کے دائرے میں۔ باقی رہ جائیں گے بے سکون، سکون کے دائرے میں۔

سلطان باھوؒ سے آپ یہ بھی سیکھ سکتے ہیں کہ کیسے مہندی کے پتے سکون کے خانے میں بیٹھے آرزو کرتے ہیں اپنے محبوب کے ہاتھوں کی تلی پہ رنگ بکھیرنے کی۔ بالکل ویسے جیسے آپ کھیل، شوبز، سائنس، ادب یا بزنس کی دنیا میں اپنے رنگ بکھیرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی مہندی کے پتوں کو اندازہ ہوتا ہے کہ رنگ جمانے سے پہلے انہیں ’’گھوٹا‘‘ لگوانا پڑے گا۔ ڈوری اور ڈنڈے کے درمیان بار بار پسنا پڑے گا۔ کٹنا پڑے گا۔ ان کا رنگ جمانے کا شوق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ خوف ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیتا ہے۔ وہ رگڑے جانے کے ڈر سے خود کو سکون کے خانے میں قید کر لیتے ہیں اور ایک دن اپنے رنگ دکھائے بغیر ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس کچھ لوگ کپاس کی طرح ہوتے ہیں۔ عام کپاس، لاکھوں کپاس کی گانٹھوں میں موجود کپاس کی طرح کی سادہ لوح کپاس۔ اس کے دل میں خواہش انگڑائی لیتی ہے کسی کے سر پر دستار بن کر سجنے کی۔ سب آس پاس والے اسے روکتے ہیں۔ اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ اسے سمجھاتے ہیں کہ ادھر ہی رہو۔ سکون کے ساتھ۔ سکون کے دائرے میں۔ دستار بننا تمہارے ہمارے بس کی بات نہیں۔ کسی تکیے میں چلتے ہیں، وہیں رہتے ہیں۔ تکیہ بھی تو سر کے قریب ہی ہوتا ہے۔ بس ذرا سا فرق ہے۔

’’تکیے پہ ہی تکیہ کر لیا تو دستار بن کے کسی کے سر پہ کیسے سجوں گی؟‘‘ کپاس خود کلامی کرتی ہے۔

کپاس سکون کے دائرے سے ہجرت کا فیصلہ کرتی ہے۔ جاننے کی کوشش کرتی ہے کہ کیا پراسس ہے؟ کیا طریقہ کار ہے؟ کیا قیمت چکانی پڑتی ہے دستار بننے کی؟ قیمت کا سن کر اس کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔

دھنکنے کا خیال آتے ہی اس کی جیسے جان نکل جاتی ہے۔

دستار بننے کے لیے روئی کی طرح 'پنجنا' پڑے گا۔ یہ سوچ کے اس کے پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین ہی نکل جاتی ہے۔ کامیابی کی اتنی بھاری قیمت دینی پڑے گی؟

رگڑا زون کا خیال ہی اس کے چھکے چھڑانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن کپاس ارادے کی پکی تھی۔ اس نے طے کرلیا کہ دستار بننے کے لیے جو بھی کرنا پڑا، جس امتحان سے بھی گزرنا پڑا میں گزروں گی۔ دوسروں کی دل شکنی، طعنے، چوٹیں اس کا کچھ نہ بگاڑ پائیں۔ کپاس نے خود کو دھنکانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ وہ 'پنجنے' کے عمل سے گزرنے کے لیے تیار تھی۔ اور پھر ہو گیا رگڑا شروع۔ تکلیف دہ، صبر آزما، تھکا دینے والا، ہلا دینے والا رگڑا۔ آرام، سکون سب چھن گیا۔ لگتا تھا جیسے یہ رگڑا کبھی ختم ہی نہیں ہوگا۔ کئی بار وسوسوں نے اس کا گھیراؤ کیا۔ کیا سکون زون چھوڑنا صحیح فیصلہ تھا؟ کیا کبھی مجھے اپنے من کی مراد مل پائے گی؟

کپاس کے اندیشوں نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ لیکن کپاس پیچھے ہٹنے والی کہاں تھی۔ وہ ڈٹ گئی، جم گئی اور پھر ایک دن آیا جب وہ واقعی دستار بن کے کسی کے سر پر سج رہی تھی۔ دستار بننے کا خواب سچ ہو چکا تھا۔

کپاس اگر 'سکون زون' کو چھوڑ کر 'رگڑا زون' کا درد نہ سہتی، پر اس میں سے نہ گزرتی تو کسی تکیے میں گم شدہ، گمنامی کی زندگی گزار رہی ہوتی۔ آج دستار بن کر اس کے سارے دردوں کا مداوا ہو چکا ہے۔

سکون زون سے کامیابی زون تک کا فاصلہ وہی طے کر پاتے ہیں جو رگڑا زون کی مشقت سہنے کو تیار ہوتے ہیں۔

لیکن رگڑا زون میں تکلیف سہنے کی طاقت کہاں سے آئے گی؟ اس کا جواب انھی سے پوچھتے ہیں جنھوں نے رگڑا زون سے ملوایا ہے۔ سلطان باہوؒ سے اگر آپ یہ سوال پوچھیں تو ان کا جواب کچھ یوں ہوگا۔

تلہہ بن توکل والا، ہو مردانہ ترئے ھو
جس دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ توں نہ ڈریے ھو

سلطان باھُوؒ: لائف کوچ

وہ فرماتے ہیں کہ رگڑ ازون کی تکلیفوں کا مردانہ وار مقابلہ کرو، خدا پہ بھروسہ رکھو اور اس دکھ سے کبھی نہ بھاگو جس کے بعد سکھ ملنے کا امکان ہو۔

یہی وجہ ہے کہ لوہا تلوار بنتا ہے تو گرم تپتی آگ کا دکھ یاد نہیں رہتا۔ کنگھی محبوب کی زلفوں میں پہنچ کر چیرے جانے کا درد بھول جاتی ہے۔ مہندی کے پتے اپنے گھوٹے جانے کا غم، محبوب کی تلی پہ رنگ جماتے ہی بھلا دیتے ہیں۔ دستار بن کر کسی شہنشاہ کے سر پہ سجنے والی کپاس کو دھنکنے کی تکلیفیں کہاں یاد رہتی ہیں؟

لیکن ساتھ ہی اس پراسس کو بتانے کے بعد سلطان باہوؒ کے اندر کا لائف کوچ یہ وارننگ بھی دے رہا ہے کہ کامیابی کی یہی رسم ہے۔ اب اگر تمہاری لگن سچی ہے تو اس رسم کو پورا کر کے دکھاؤ۔ یہ راستہ جیت کی منزل تک جاتا ہے۔ آرزو سچی ہے تو اس پہ چل کے دکھاؤ اگر سچے عاشق ہو تو آگ کے اس دریا کو پار کر کے دکھاؤ۔ جو بھاگ جائے سمجھو اس کا عشق کمزور، جو پار کر جائے یہ ثبوت ہے کہ اس کا عشق سچا اور مضبوط ہے۔

کنڈے سخت گلاباں والے دوروں دیکھ نہ ڈریے
شوبھاں جھلیے، رَت چوایئے، جھول پھُلیں تد بھریے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لیکن کیا کامیابی زون میں پہنچ جانا کافی ہے؟ کیا یہاں پہنچنے کے بعد زندگی رُک جائے

گی؟ختم جائے گی؟

جی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہیں سے تو کامیابی کا اصل راز شروع ہوتا ہے۔ کامیابی زون میں لینڈ کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا کب یہ 'کامیابی زون' ایک بار پھر 'سکون زون' میں بدل گیا ہے۔ آپ احساس کریں یا نہ کریں آپ کو ضرورت ہوگی ایک اور کامیابی کا زون ڈھونڈنے کی اور وہاں جانے کے لیے آپ کے سامنے ہوگا ایک اور رگڑا زون۔ آپ سکون کے دائرے کو خدا حافظ کریں گے، رگڑا زون کو گلے لگائیں گے۔ اور کچھ ہی عرصے بعد آپ کامیابی کے ایک نئے آسمان کو چھو رہے ہوں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی کامیابی کے جس بھی زون میں کھڑا ہے وہ یا تو سکون زون بن چکا ہے یا بننے والا ہے۔ اگر آپ نے بے سکونی کو گلے لگانے کا مشکل فیصلہ آج نہیں کیا تو یاد رکھیے سکون کے دائرے کو بے سکونی دینے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ تو پھر کیا کریں؟ سکون زون سے کنارہ کشی کریں۔ کامیابی کا خواب دیکھیں۔ سکون کو بائے بائے کر کے اس کی طرف بڑھیں۔ تکلیف کو گلے لگائیں، مشکل راستوں کا انتخاب کریں اور کامیابی کے نئے نئے افق پر قدم جماتے رہیں، کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔

اگر آپ اپنے مشن میں ثابت قدم ہیں، خالص ہیں، سچے ہیں تو رگڑا زون سے پکی دوستی کر لیں، یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

-22-

ڈسپلن

من چاہے محبوب کوں، تن چاہے سکھ چین
دوء راجے کی سیدھ میں کیسے بنے حسین

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

کامیابی اور لیڈر شپ کے آفاقی اصولوں میں سے ایک اصول ڈسپلن ہے۔

جم ران، برائن ٹریسی، سٹیون کوے اور جیک کینفیلڈ کی کامیابی کا فارمولا ڈسپلن کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ میری اپنی کتاب ''ٹِک ٹِک ڈالر'' میں ڈسپلن کو میں نے کامیابی کے چودہ اصولوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

لیکن یہ ڈسپلن کی سائنس مجھے سمجھائی کس نے؟ آپ کو جان کے خوشی ہوگی کہ شاہ حسینؒ

کی ڈسپلن کی تھیوری سب کے نظریات پہ بھاری ہے۔

دل جب خوابوں کے تعاقب میں نکل کھڑا ہونا چاہے اور دماغ میں بہانوں کی بھرمار ہو تو ڈسپلن کی دولت سے مالا مال شخص ہی خوابوں کی جانب قدم اٹھائے گا۔ سستی اور کاہلی باقیوں کو قدم اُٹھانے سے روک لے گی۔

محبوب سے مراد شاہ حسینؒ کے نزدیک ہر وہ چیز ہے جسے آپ اپنا ہدف قرار دے سکتے ہیں۔ اچھی نوکری، نیا گھر، بیرونِ ملک تفریحی ٹرپ، سیلز گروتھ، کاروبار میں وسعت، بچوں کی اعلیٰ تعلیم، حج کا مبارک سفر، کسی ضرورت مند کی مدد......... آپ کی محبت جو بھی ہو، ڈسپلن کے بغیر اس محبت کو پانا ناممکن ہے۔

ڈسپلن کا مطلب کیا ہے؟

سادہ لفظوں میں، دل مانے یا نہ مانے اپنے ہدف کے تعاقب میں نکل کھڑے ہونا۔ مشکل قدم اُٹھا لینا۔ وہ قدم جسے روکنے کے لیے کتنی ہی چیزیں سازشوں کا جال پھیلائے ہوتی ہیں۔ سردرد، بارش، موسم کی خرابی، ناکامی کا خوف، ٹریفک جام، کرکٹ میچ، لوڈشیڈنگ، موڈ کی خرابی، کسی کی ناراضگی، بھوک، بے آرامی، دوستوں کی آفرز، موبائل فون کے پیکج، فیس بک اور ٹویٹر......... ڈسپلن سے دُور رکھنے کے لیے جب اتنی چیزیں آپ کو بہلا پھسلا رہی ہوں تو قدم ڈگمگا ہی جاتے ہیں۔ آپ اپنے خوابوں کی راہ پہ چلنے کی بجائے کسی اور پُرکشش راہ پہ چل نکلیں تو سمجھ جائیں آپ 'سکھ چین' کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔

آج کا سکھ چین کل کا درد بن جائے گا۔ دل کی بات مان لیجئے، ڈسپلن کی تکلیف کو چُن لیجئے۔

ڈسپلن اور ایکشن کا آپس میں گہرا ساتھ ہے۔ جہاں ڈسپلن ہے وہیں ایکشن ہے۔ جہاں ایکشن نہیں وہاں کبھی کسی نے ڈسپلن کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔

ایکشن کیا ہے اور کیوں ضروری ہے؟

ایکشن کا مطلب 'ٹال مٹول' کی نفی ہے۔ ایکشن سے مراد دل کی آواز سننا ہے۔ ایکشن خوابوں سے سچی دوستی کی دلیل ہے۔

لیڈر شپ باتیں بنانا نہیں ہے۔ لیڈر شپ سکور بورڈ پر اچھے نتائج دکھانا ہے۔ ایسا سکور جسے دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں۔ میدان کھیل کا ہو یا بزنس کا....... خالی باتوں کی کوئی گنجائش نہیں حتیٰ کہ حشر کے میدان میں بھی باتیں نہیں اعمال کام آئیں گے۔

بناں عمل دے نہیں نجات تیری
پیا مارئیں قطب دیا بیٹیا اوئے

وارث شاہؒ: لائف سٹر یٹجسٹ

ایکشن کے بارے میں وارث شاہؒ کا نظریہ بڑا سادہ ہے۔
ہمیں اس بات سے مرعوب نہ کرو کہ تم کس کے بیٹے ہو، کس خاندان سے ہو اور کس مقام و مرتبے کے مالک ہو....... بس اتنا بتاؤ کہ تمہارا عمل کیا ہے؟ ایکشن کی طاقت لفظوں کی طاقت سے کہیں بڑی ہوتی ہے۔

الفاظ کی نسبت ایکشن زیادہ چیخ چیخ کے بولتے ہیں، یہ بات کس کو نہیں پتہ؟
اس کے باوجود لیڈر شپ کی پوزیشن میں بہت سے لیڈر زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ اسی لیے وہ لیڈر دوسروں کی نگاہوں میں اپنی عزت کھو دیتے ہیں۔
آپ کا اگلا قدم کیا ہے؟ آپ کو ایکشن سے کس نے روک رکھا ہے؟ ڈسپلن سے دوستی کیجئے۔ خوابوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جایئے اور زندگی کا حق ادا کر کے دکھا دیجئے۔

اُلٹے ہور زمانے آئے
تاں میں بھیت سجن دے پائے

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

تبدیلی کے ساتھ ہم سب تکلیف کا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ ہمیں نہ بدلنے میں سُکھ کا احساس ہوتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے نہ بدلنے میں ہمارا فائدہ اور بدل جانے میں نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم زیادہ تر تبدیلیوں کی حمائیت نہیں کرتے۔ ہم ویسے ہی رہنا چاہتے ہیں جیسے ہم ہمیشہ سے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اگر کچھ نہ بدلا تو پھر آپ کی زندگی میں کچھ بھی نہیں بدلے گا۔ ہم چاہتے تو ہیں کہ ہماری زندگی بدل جائے۔ لیکن خود کو بدلنے سے بھاگتے ہیں گویا درد سے بھاگتے ہیں۔

بلھے شاہؒ کے تبدیلی کے اس نظریے کو پڑھنے سے ہو سکتا ہے آپ کی سوچ بدل جائے۔ آپ نہ بدلنے میں درد اور بدلنے میں سکھ محسوس کرنا شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ بہت بڑا 'بریک تھرو' ہو گا۔

بلھے شاہؒ تبدیلی کے بارے میں اپنا تجربہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں تبدیلی کا احسان مند ہوں کیونکہ اگر تبدیلی نہ آتی تو میں کامیابی اور عظمت کے وہ پوشیدہ راز کبھی نہ سمجھ پاتا جو تبدیلی سے نبھاہ کرنے کے پراسس میں مجھے سیکھنے کا موقع ملا۔ تبدیلی زحمت نہیں، رحمت ہے۔

تبدیلی سے ڈرنے کی نہیں، اس سے دوستی کرنے کی ضرورت ہے۔ بدلتے موسموں سے نبھاہ کرنے کے لیے آپ کی چھپی صلاحتیں اُمڈ آتی ہیں۔ آپ جب تک نئے زمانوں کو خوش آمدید نہیں کہتے پرانے زمانے آپ کی جان نہیں چھوڑیں گے۔

پرانے زمانوں کی سوچ نئے زمانوں کے چیلنج میں آپ کو سرخرو نہیں کروا سکتی۔

آپ اپنی صلاحیتوں کا بھید تبھی پائیں گے جب نئے زمانوں کے ساتھ دوستی کریں گے۔ آپ نئے زمانوں کی تبدیلی سے چھپ جائیں گے تو وہی حال ہو گا جو دنیا کی ان کامیاب

ترین کمپنیوں کے ساتھ ہوا جنھوں نے نئے زمانوں کی تبدیلیوں کے ساتھ نبھا نہیں کیا اور بالآخر بزنس کے صفحے سے مٹ گئیں۔ معروف کمپنی نوکیا کی حالیہ مثال آپ کے سامنے ہے۔

تو پھر آپ نئے زمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے آمادہ ہیں؟
تبدیلی کے ساتھ بدل کر، اپنے پوشیدہ صلاحیت کے خزانوں کا کھوج لگانا چاہیں گے آپ؟

تبدیلی کے ساتھ بدل جانا ہی زندگی کی نشانی ہے۔

-23-

ٹائم مینجمنٹ

وارث شاہ میاں اے وقت گھتا
کسے پیر نوں ہتھ نہ آیا اے

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

میرے اور آپ کے ہاتھ میں بس ایک یہی لمحہ ہے۔ میرے یہ لائن لکھتے لکھتے، اور آپ کے پڑھتے پڑھتے، وہ بھی گزر گیا!

جو گزر گیا وہ کبھی آتا نہیں، جو ابھی آیا نہیں اس کا کچھ پتہ نہیں۔ تو کیوں نہ ہم اس لمحے کو جو اس وقت ہماری اپنی مٹھی میں ہے، ہمارا ہے، سارے کا سارا ہے...... کچھ یوں گزار دیں، سنوار دیں، امر کر دیں کہ اس کے نتیجے میں ہم خود بھی سنور جائیں، امر ہو جائیں۔

وارث شاہؒ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ کوئی بادشاہ ہو یا بہت بڑا پہنچا ہوا پیر ہو، ایک بار وقت ہاتھ سے گیا تو پیچھے بس پچھتاوے ہی رہ جائیں گے۔

فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے۔ پچھتاوا چاہیے یا اطمینان؟

گئی عمر تے وقت فیر نئیں مُڑ دے
گئے کرم تے بھاگ نہ آوندے نی

وارث شاہؒ: لائف سٹر یٹجسٹ

گئے وقت کو واپس بلانے کے شوق میں اس لمحے کو مت گنوایئے۔ شاندار ماضی کی یادوں میں گم رہنے سے آج نہیں سنورے گا۔ اگر آپ کا آج گزرے کل پہ پچھتانے یا اس پہ فخر کرنے میں گزر گیا تو آنے والا کل اور بھی خراب ہو جائے گا۔ یاد رکھیے! ایک ہی لمحہ ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

جے جاناں تل تھوڑڑے، سنبھل بُک بھریں
جے جاناں شوہ نندھڑا، تھوڑا مان کریں

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

پتہ نہیں ہمیں کیوں لگتا ہے کہ ہم نے کبھی مرنا نہیں ہے۔ اگر واقعی ہمیں سچ میں احساس ہو کہ زندگی اور اس کی سانسیں بڑی محدود ہیں تو کیا ہم تب بھی انھیں ایسے ہی 'بے دردی' سے خرچ کریں؟

بابا فریدؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے احساس ہو جاتا کہ 'تل' یعنی سانسیں کم ہیں تو میں ان کو اپنی

ترجیحات کے ''بک'' میں بڑا سوچ سمجھ کے ڈالتا۔ ایک سانس بھی ایک ''بک'' سے دوسرے ''بک'' میں ڈالتے وقت نیچے گرنے یا ضائع ہونے نہ دیتا۔ لیکن افسوس میں نے کتنے ہی لمحے، دن مہینے اور سال بے خیالی میں تباہ کر دیے۔ مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو میں ان سانسوں کو ایسے کاموں میں لگاتا جو مجھے دونوں دنیاؤں میں سرخرو کرواتے۔

بابا فریدؒ احساس دلا رہے ہیں کہ سب خدا پہ چھوڑ کے، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھ نہ جاؤ۔ وہ بڑا بے نیاز ہے، اپنے اوپر بھروسہ رکھو۔

عمر بندے دی اینویں وہانی جیویں پانی وچ پتاسا ھو
تیتھوں صاحب لیکھا منگسی رتی گھٹ نہ ماسا ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

پانی میں گھلتا پتاسا دیکھا ہے کبھی؟

اک لمحے کو نگاہ ہٹی، دوبارہ دیکھا تو پتاسا صاحب پانی میں گھل چکے تھے۔ بس اتنی ہی زندگی ہے۔ ہماری نظر اپنے ہدف سے ہٹی، ہم کسی اور چیز میں مصروف ہو گئے، واپس پلٹے، تو واپس پلٹنے کا وقت ہو چکا تھا۔

لیکن یہ طے ہے کہ جتنا وقت ہم دنیا کے اس پانی میں 'پتاسا' بن کے گزارتے ہیں اس کا سخت حساب ہونا ہے۔ نہ رتی بھر کم نہ ماسا زیادہ۔

ہماری پھر یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ جو ہدف لے کے خدا کے ہاں سے نکلے تھے اس پہ توجہ دیں۔ اپنے آپ کو، اپنے مشن کو پہچانیں تاکہ جب واپسی کی کال آئے تو پچھتاووں کے بغیر اپنے مالک کے پاس لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

لوئے لوئے لے لے کڑیے سودا ایس بزاروں

شام پئی تے لبھنا ناہیں نہ آروں نہ پاروں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

-24-

پروموشن کا جِن

کتن سِکھ توں کڑیے، چڑھیا لوڑیں کھاری
کہے حسین فقیر سائیں دا، عملاں باجھوں خواری

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

ہر دوسرے روز ٹریننگ میں میری ملاقات ایسے نوجوانوں سے ہوتی ہے جو ادارے سے نالاں ہوتے ہیں۔ ''میری قدر نہیں ہو رہی، پروموشن نہیں مل رہی، میرا کیریئر رُک گیا ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

مینجمنٹ سے بات کروں تو پتہ چلتا ہے کہ پروموشن کے لیئے طے کردہ معیار پر ان میں سے کوئی پورا نہیں اترتا۔ لیڈر بننے کے لیئے جو خصوصیات دکھانے کی ضرورت ہے وہ دور دور تک

ان میں نظر نہیں آتیں۔ جو سوچ، میچورٹی اور کارکردگی، لیڈر شپ کی پوزیشن کے لیئے لازمی ہے وہ ان سے کوسوں دور ہے۔

شاہ حسینؒ کے پاس ایسے تمام پروموشن کے مارے لوگوں کے لیئے ایک زبردست کوچنگ پروگرام ہے۔ پرانے زمانے میں جب کسی لڑکی کی شادی ہونے والی ہوتی تھی تو اسے بنیادی کام سکھائے جاتے تھے، تاکہ وہ اگلے گھر میں عزت پائے۔ ان میں سے ایک اہم مہارت چرخہ کاتنے کی تھی۔ جو لڑکی کاتنا نہیں سیکھے اور اس کو 'کھارے' چڑھانے کا وقت آن پہنچے، سسرال والے گھر میں اس کے لیئے خواری ہی خواری ہے۔

شاہ حسینؒ نے اس استعارے کو خوبصورتی سے لیڈر بننے اور پروموشن کے خواہش مند ہر شخص کے سامنے رکھ دیا۔ جسے کاتنا نہیں آتا ہو اور اس کے 'پرفارمنس اپریزل' کا وقت سر پہ آ جائے تو اس مہارت کے بغیر خواری ہی خواری ہے۔

آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ پروموشن کے لیئے کیا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ پورے ہتھیاروں کے ساتھ تیار ہوں گے، کاتنا سیکھ لیں گے، تو اگلے گھر میں ساس یہ ذمہ داری آپ کو سونپ دے گی اور خود آرام کرے گی۔

عملاں والیاں سب لنگ گئیاں رہ گئی اوگنہاری
ساری عمر اکھیڈ گوائی، اوڑک بازی ہاری

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

بلھے شاہؒ بھی تیاری کے بغیر ترقی کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ عارضی طور پر اگر بنا مہارت آپ لیڈر بن بھی گئے تو گرد کھانے والے آگے نکل جائیں گے۔ آپ بازی ہار جائیں گے۔ تب پچھتاوا ہوگا کہ جو وقت اپنی مہارت بنانے کا تھا اسے کھیل کود میں کیوں ضائع کیا؟ ورلڈ کپ کے پہلے میچ

والے دن، صبح کو اگر آپ 'کاتنا' سیکھنے کی ابتداء کریں گے تو آپ کا حال وہی ہوگا جو 2016ء کے ٹی ٹوئنٹی ورلڈ کپ میں پاکستانی ٹیم کے ساتھ ہوا۔

پڑھن علم تے عمل نہ کرن جیہڑے
وانگ ڈھول دے پول جو سکھنا ای

وارث شاہؒ: لائف سٹریجٹ

مینجمنٹ اور لیڈرشپ کی، مغربی اور مشرقی ساری تھیوریاں جاننے کے بعد بھی آپ کی لیڈرشپ کی گیم میں بہتری نہ آئے تو کیا فائدہ؟ اپنے علم کو عمل میں نہ لانے والے باتوں کے جادوگر کسی کام کے نہیں۔ اداروں، قوموں، معاشروں کو باتوں سے بہلانے والے نہیں، ایکشن سے دہلانے والے لیڈر چاہئیں۔

باتوں کے ہیرو پھٹے ہوئے ڈھول کی طرح ہیں جس سے شور تو پیدا ہوتا ہے لیکن کوئی اس کی تھاپ پہ والہانہ رقص کرنے پہ راغب نہیں ہوتا۔

لیڈرشپ میں 'واک دا ٹاک' ہی بہترین سٹریٹجی ہے۔ جو کر کے نہ دکھا سکے بطور لیڈر وہ اپنی عزت کھو دیتا ہے۔

وارث شاہ فعلاں ناں خوار ہوندے
بندے پاک گناہ تھیں ہمدے نیں

وارث شاہؒ: لائف سٹریجٹ

آپ عزت کمائیں گے یا عزت کھوئیں گے اس کا انحصار آپ کے ایکشن پر ہے۔

ہماری زندگیوں کی ساری خواریاں ہمارے اپنے غلط ایکشن کا نتیجہ ہیں۔ہم میں سے اکثر لوگ علم کی دنیا کے شہنشاہ اور عمل کی دنیا کے 'بھکاری' ہیں۔ہم علم کے محل میں رہتے ہیں لیکن عمل کی سرزمین پہ ہم ایک جھونپڑی کے بھی مالک نہیں ہوتے۔ہم میں سے کئی تو عمل کے معاملے میں بالکل ہی بے گھر ہوتے ہیں۔

تسبیح پھری تے دل نہیں پھریا کی لینا تسبیح پڑھ کے ھو
جاگ بنا دودھ جمدے ناہیں، بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

تو پھر آپ اپنے علم کو علم میں جھلکنے کا موقع کب دینگے؟ اپنے خوابوں کے دودھ کو ڈسپلن کی جاگ کب لگائیں گے؟

-25-

مرشد ہی کوچ ہے

دُدھ تے دہی ہر کوئی رڑکے، عاشق بھاڑ رکیندے ہو
نام فقیر تنہاں دا باھو جیہڑے ہڈاں تو مکھن کڈھیندے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

پیدائشی لیڈر والی تھیوری پہ میں زیادہ یقین نہیں رکھتا۔ میری نظر میں ہر شخص کے اندر لیڈرشپ کا بیج موجود ہے۔ مناسب، بروقت آبیاری سے کوئی بھی، کبھی بھی، کہیں بھی اپنے اندر چھپے لیڈرشپ کے تحفے سے اپنے آس پاس کے لوگوں کو مالا مال کرسکتا ہے۔

ہم میں سے ہر کوئی اپنے اندر سوئی ہوئی لیڈرشپ کو جگا کے اپنے دائرہ اختیار کے اندر والی دنیا کو سنوار سکتا ہے۔ جتنی زیادہ کوشش ہم اپنے دائرہ اختیار میں موجود دنیا کو سنوارنے میں

لگائیں گے، ہمارے اختیار کا دائرہ اتنا ہی پھیلتا جائے گا۔

لیڈرشپ کے اس بارود کو جو آپ کے اندر دبا بیٹھا ہے، کون چنگاری دکھائے گا۔ اگر لیڈرشپ کا یہ بیج سبھی کے اندر ہے تو ہر کوئی اسے تناور درخت میں تبدیل کیوں نہیں کر پاتا۔

میرا جواب ہے "آبیاری نہ ہونے کی وجہ سے"۔

لائف سٹریجسٹ وارث شاہؒ کا جواب بھی سن لیجیے۔

بناں مرشداں راہ نہ ہتھ آوے

دُدھ باجھ نہ رجھدی کھیر میاں

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

کبھی دودھ کے بغیر کھیر کھائی ہے آپ نے؟ مزا آیا تھا؟ جیسے لذیذ کھیر کے لیے دودھ ضروری ہے اسی طرح اپنی لیڈرشپ نکھارنے کے لیے آپ کو ایک کوچ چاہیے۔ ایک مرشد چاہیے۔ ایک مینٹور چاہیے۔

کوچ آپ میں وہ دیکھے گا جو آپ خود کبھی بھی دیکھ نہیں پائیں گے۔

کوچ آپ کی صلاحیتوں کو سمت دیتا ہے۔ آپ کی سوچ کے زاویوں کو سدھارتا ہے۔ کوچ وہ سوال کرتا ہے جو آپ خود سے کبھی نہیں کر پائیں گے۔ لیکن کوچ کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ وہ کبھی بھی کسی سوال کا خود سے جواب نہیں دیتا۔ وہ آپ کی سوچ اور رویوں کی اس طرح کانٹ چھانٹ کرتا ہے کہ آپ خود ان سوالوں کے جواب تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ پراسس اتنا آسان نہیں ہے۔

ایک اچھے کوچ کی نشانی کیا ہے؟ آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ کس قسم کے شخص کو آپ کوچ بنائیں؟ کوچ اور آپ کے درمیان کیا رشتہ ہونا چاہیے؟ کوچ کے ساتھ آپ اس کوچنگ ریلیشن

شپ میں آخر کریں گے کیا؟

جواب سلطان باھوؒ سے سنتے ہیں:

کامل مرشد ایسا ہووے جیہڑا دھوبی وانگوں چھٹے ہو
میلیاں نوں کر دیندا اُچّا وچ ذرہ میل نہ رکھے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

کوچ کا کام آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرنا نہیں ہے۔ کوچ تو آپ کی زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے۔ اس شعر کو پڑھنے کے بعد مجھے اپنے کوچ ڈاکٹر نعیم مشتاق یاد آرہے ہیں۔ جب انھوں نے ایک ماہر دھوبی کی طرح میری دھلائی شروع کی تو میں تیخ پا ہو گیا۔ توپوں کا رُخ ان کی طرف موڑ دیا۔ خوب بھڑاس نکالی۔ شروع میں مجھے لگا اس دنیا میں ڈاکٹر نعیم مشتاق سے بڑا میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔ ایک آدھ بار تو میری باقاعدہ ان سے لڑائی ہو گئی۔ ان سے بات چیت بند ہو گئی۔ (یہ لکھتے ہوئے آج میں خود پہ ہنس رہا ہوں اور اپنے رویے پہ شرمندہ بھی ہوں) لیکن ڈاکٹر نعیم ایک سچے، کھرے اور منجھے ہوئے کوچ کی طرح میرے سارے حربوں کو زیر کرتے گئے۔ دھلائی بے حد تکلیف دہ تھی۔

ڈاکٹر نعیم کی تند و تیز باتیں جو سو فیصد سچی تھیں، میرے دل میں چاقو کی طرح پیوست ہوتی تھیں۔ خود کو سنوارنے کی بجائے میں الارم بند کر کے نیند میں چلنے کو ترجیح دیتا رہا۔ لیکن بالآخر ڈاکٹر نعیم اور میرے باقی کوچز کے مسلسل چھٹے جانے سے میں نکھرنا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر صداقت علی، عارف انیس، مسعود علی خان، ڈیوالرچ، بختیار خواجہ، سے جتنا ہو سکا ان سب نے مل کر مجھے خوب دھویا۔ میرا میل کم ہوتا گیا، نکھار بڑھتا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ دھلائی آج بھی جاری ہے۔

اس دھلائی کے بغیر کوئی انسان قطرے سے دریا اور لہر سے سمندر نہیں بن سکتا۔ تاہم جب دھلائی ہو رہی ہوتی ہے تو سمجھ نہیں آتی کہ کوچنگ کو کیسے ہینڈل کریں۔ کوچ کی کوچنگ کا جواب کیسے دیں؟

میں خوش قسمت تھا کہ جب میں تکلیف سے تنگ آ کر، اپنے کوچز سے جان چھڑانے کا پکا تہیہ کر چکا تھا، وارث شاہؒ کی کوچنگ تھیوری میرے ہاتھ لگ گئی۔

ساڈے چم دیاں جُتیاں کرے کوئی
جیہڑا جیو دا روگ گواؤندا ای

وارث شاہؒ: لائف سٹر یجٹسٹ

اس تھیوری کی سمجھ کیا آئی، میری تو سوچ، گویا زندگی ہی بدل گئی۔

واہ! کیا بات ہے...... مجھے سمجھ آ گئی۔ کہ جس شخص کے ہاتھ میں میرے 'عشق' کا علاج ہے، جو مجھے میرے ہدف تک پہنچانے میں راہنمائی کر سکتا ہے۔ مجھے مکمل طور پر خود کو اس کی کوچنگ میں سونپ دینا ہے۔

مرشد سے کوئی سوال جواب نہیں کرنا۔ وہ جو کہے، وہ جو کروائے کرنا ہے، جو سوچوائے سوچنا ہے، جو مانگے دینا ہے۔ اپنا بہترین اس کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

جس کوچ نے آپ کو منزل پہ پہنچانا ہے اور اس کے پاس وہ سارے منتر، سارے ٹوٹکے، سارے تعویذ ہیں...... تو اس کے بدلے میں چاہے وہ آپ کی کھال اُتار لے۔ کھال اُترے گی، درد تو ہوگا۔ لیکن یہ درد اُس خوشی کے مقابلے میں کہیں کم ہوگا جو منزل پا لینے کے بعد آپ کو ملے گی۔

ایک بار آپ اس نتیجے پہ پہنچ جائیں کہ کوچ کے ہاتھ میں آپ کے درد کی دوا ہے، آپ کے خوابوں کی کنجی ہے، اور آپ کے مشن تک پہنچنے کا نقشہ ہے..... اس کے بعد آپ خود کو اس کے سپرد کر دیں۔ اور چاہے وہ آپ کی کھال اُتار کر اس سے اپنے جوتے بھی بنا لے آپ اُف نہ کریں۔ کوچ کو دل کھول کے دھلائی کی اجازت دیجئے۔ ایک بار ساری میل نکل جانے دیجئے پھر دیکھئے آپ کی زندگی اور کیریئر میں کیسا نکھار آتا ہے۔

کوچ کو مرشد کا درجہ دے دیں۔ اس کی طرف سے آنے والی ہر تکلیف کو خوش دلی سے، کامیابی کے پراسس کا حصہ سمجھ کر قبول کریں۔ پتہ ہے کیوں؟ جواب سلطان باھوؒ سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔

رات اندھیری کالی دے وچ عشق چراغ جلیندا ھو
تھل جل جنگل گئے جھگیندے، کامل مینہ جناں دا ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

مرشد کی طرف سے آپ کے دل میں جگنے والی اپنے مقصد سے عشق کی روشنی آپ کو جنگلوں، پانیوں اور صحراؤں میں رستہ دکھائے گی۔ جن کا عشق کامل ہو خدا انھیں منزل مراد تک ضرور لے جاتا ہے۔

-26-

ناقابلِ تعلیم

پڑھنے دا تو مان نہ کرلیں نہ آکھیں میں پڑھیا
او قہار جبّار سدا وے، روڑھ سٹے دُدھ کڑھیا
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

کیا آپ ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جنہیں لگتا ہے کے انہیں سب پتہ ہے؟ جو خود کو ناقابلِ تعلیم سمجھتے ہیں، جنہیں یقین ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں سیکھ سکتے؟ جو خود کو عقلِ کُل سمجھتے ہیں؟ دوسروں کے علم کو حقیر جانتے ہیں؟ ان کی مہارت کو تھرڈ کلاس گردانتے ہیں؟

مولا علیؑ کا قول ہے کہ" آپ کی تباہی کے لیئے یہ کافی ہے کہ آپ خود کو دوسروں سے بہتر اور انھیں خود سے کمتر محسوس کریں"۔

اگر آپ اس سٹیج پہ پہنچ گئے ہیں جہاں کسی سے کچھ سیکھنا، سمجھنا آپ کے لیئے لازمی نہیں رہا تو سمجھ جایئے آپ کا پستی کی طرف سفر شروع ہو گیا ہے۔

پروردگار کو غرور اور تکبر پسند نہیں۔ ہر چیز کا علم صرف اسی کو ہے۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ کوئی کتاب، کوئی واقعہ، کوئی تھیوری، کوئی نصیحت آپ کی معلومات میں اضافہ نہیں کر سکتی تو پھر ہو سکتا ہے خدا کی جابر اور قہار ہونے کی صفت ایکشن میں آجائے اور کامیابی کی اگلی سیڑھی سے وہ آپ کو اوندھے منہ گرا دے۔

کڑھا ہوا دودھ جو کہ اگلے مرحلے کے لیئے خود کو 'تیار' سمجھتا ہے، اگر اپنے ہونے پہ غرور کرے تو خدا اسے گرا دیتا ہے۔ کھیر، رس ملائی یا برفی بننے کے لیئے دودھ کی ساری 'تیاری' رائیگاں چلی جاتی ہے۔ اپنی کوششوں کو ضائع ہونے سے بچایئے۔ کبھی اپنے علم، ذہانت، صلاحیت کا مان نہ کیجیئے۔ مان کرنا خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ جب چاہے جس کو چاہے ساری تیاری کے باوجود بلندی سے پستیوں میں دھکیل سکتا ہے۔

میاں محمد بخشؒ خود ہی اپنی تھیوری کی وضاحت میں ایک اور دلیل کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

اُچا ناں رکھایا جس نے چلّے دے وچ سڑیا
نیواں ہو کے لنگ محمد، لنگ جاویں گا اڑیا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

خواہ مخواہ کا فخر اور تکبر انسان کی عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے لیڈر کی تو نشانی ہی یہی ہے کہ جب وہ کامیابی کا تمام کریڈٹ لے بھی سکتا ہو، تب بھی وہ کامیابی کا سارا کریڈٹ ٹیم کی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ اپنی کامیابی کی وجہ اپنی خوش نصیبی کو، اپنے ادارے کے کلچر کو، بورڈ کو، والدین کو،

دوستوں کو قرار دے دیتا ہے۔ حالانکہ سب کو پتہ ہوتا ہے، کہ اس کامیابی کے پیچھے لیڈر نے بذاتِ خود کتنی کچی کھری اور انتھک محنت کی ہوتی ہے۔

یہی انکساری لیڈر کو مشکل مرحلوں سے با آسانی گزرنے کا ہنر سکھا دیتی ہے۔ فخر کرنے والے، سارا کریڈٹ خود ہضم کر جانے والے، دوسروں کی کوشش کا اعتراف نہ کرنے والے لیڈر کے ساتھ، اگلے موڑ پہ کوئی بھی کھڑا نہیں رہتا۔ بس چولھے میں سڑنے کے لیئے وہ بیچارا اکیلا ہی رہ جاتا ہے۔

چھٹا پڑاؤ

لیڈرشپ کا سفر

-27-

پرسنل برینڈنگ

ڈیوالرچ کی کتاب 'لیڈرشپ برینڈ' ایک شاہکار کتاب ہے۔ میں ذاتی طور پر ڈیوالرچ کا بہت بڑا فین ہوں۔ پچھلے سال دُبئی میں ہونے والی لیڈرشپ کانفرنس میں مجھے تین دن ڈیوالرچ کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا۔ ہم ٹھہرے بھی ایک ہی ہوٹل میں ہوئے تھے۔ اس لیے ملاقات کے مواقع کانفرس ہال کے باہر بھی میسر رہے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ لیڈرشپ برینڈنگ کے اوپر ماڈرن دنیا میں جس قدر زوردار نظریات ڈیوالرچ کے ہیں کسی اور کے ہاں نہیں پائے جاتے۔

لیکن اگر کسی کی لیڈرشپ فلاسفی کے آگے ڈیوالرچ کی بھی بس ہو جائے تو اسے آپ کیا نام دیں گے؟ آپ کا مجھے پتہ نہیں۔ میں اسے سلطان باھُو کہوں گا۔

عشق محبت دریا دے وچ تھی مردانہ ترئے ہوئے
جتھے پون غضب دیاں لہراں قدم اٹھائیں دھرئے ھو
اوجھڑ جنگ بلائیں بیلے، وکیھ وکیھ نہ ڈرئے ھو
نام فقیر تدائیں تھیندا جد وچ طلب دے مریئے ھو

سلطان باھُوؒ: لائف کوچ

آپ بطور لیڈر خود کو کس طرح 'برینڈ' کرنا چاہتے ہیں اس کی راہنمائی لیڈر شپ گرو سلطان باھوؒ سے حاصل کریں۔

پہلا سبق:

پرسنل برینڈنگ کے لیے اولین چیز ایسے پروفیشن، ایریا اور مارکیٹ کا انتخاب کرنا ہے جس سے آپ کا عشق وابستہ ہو۔ کسی اور دریا میں آپ جتنی مرضی چھلانگیں مارتے پھریں آپ کبھی اُبھر کر سامنے نہیں آئیں گے۔ آپ جب تک صحیح میدان میں نہیں اُتریں گے بڑی فتح سے ہمکنار نہیں ہوں گے۔

دوسرا سبق:

آپ جس طرح کے دریا میں اترنے کا فیصلہ کریں اس کے مزاج، رفتار، اور سائز کا آپ کو بخوبی علم ہونا چاہیے۔ آپ کو مشکلات کا پیشگی علم ہونا چاہیے۔ دریائے راوی کا مُوڈ دریائے کنہار کے مُوڈ سے بے حد مختلف ہے۔ آپ کو پانیوں کے کٹاؤ، لہروں کے ردِعمل، ہوا کے رُخ اور دریا کی گہرائی کو مدنظر رکھ کے تیراکی کا پلان بنانا چاہیے۔ یاد رکھیے، صرف تیرنا نہیں ہے۔ مردانہ وار تیرنا ہے۔ دل سے تیرنا ہے۔ اس ڈھنگ سے تیرنا ہے کہ لوگ سب کام چھوڑ کر آپ ہی کو

دیکھیں۔آپ کے تیرنے کا انداز ایک مثال بن جائے۔

تیسرا سبق:

غضبناک لہروں سے ڈرنا نہیں ہے۔ بے خوفی، جرأت، بے باکی، آپ کے لیڈر شپ برینڈ کا حصہ ہونی چاہیے۔ جہاں سب قدم رکھنے سے بھاگیں وہاں آپ کے قدم جم جانے چاہئیں۔ جب چیلنج کو قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہو تو آپ کی برینڈنگ ایسی ہو کہ لوگوں کی زبان پر صرف آپ کا نام آئے۔ آپ خود کو دوسروں سے ممتاز اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب آپ وہ کریں جسے کوئی اور کرنے کا سوچ بھی نہیں۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی پہچان ایک ایسے لیڈر کی ہو جو لگے بندھے رستوں کا راہی نہیں ہے۔ جو "میں بھی ہوں" کی بجائے "میں ہی ہوں" کی تصویر ہو۔ جو کاپی کرنے والا نہ ہو۔ جو ٹرینڈ سیٹ کرنے والا ہو۔ جو نئی راہیں کھولنے والا ہو۔ نئی دنیاؤں کا کھوج لگانے والا ہو۔ جس کے خمیر میں دریافت ہو۔ جس کے بیج میں 'ایجاد' کرنے کی تڑپ ہو۔ جو اس خطرے سے کھیل جائے جس کا سوچ کے سب کی جان نکلتی ہو۔ جب آپ لہروں سے ڈرنے کی بجائے ان پہ "سرفنگ" کرنے کا حوصلہ لے کے دریا میں اُترتے ہیں تو لہریں خود بخود آپ کے پیروں میں بچھتی جاتی ہیں۔

چوتھا سبق:

آپ کے لیڈر شپ برینڈ کی چوتھی خوبی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ بے خوفی اور جرأت اپنی جگہ پہ لیکن مسائل کے پہاڑ کے سامنے نعرے لگانے سے پتھر نہیں سرکیں گے۔ پہاڑوں کا سینہ تو تبھی چیرا جا سکتا ہے جب آپ کے پاس جانے اور انجانے، سوچے سمجھے اور غیر متوقع سبھی مسائل کو حل کرنے کے ہتھیار موجود ہوں۔

جب لوگوں کو یہ پتہ چل جائے گا کہ آپ مسائل کو حل کرنے کی قدرتی صلاحیت سے مالا مال ہیں تو مشکل میں آپ ہی کا نام ہر میٹنگ میں، ہر محفل میں، ہر بورڈ روم میں گونجے گا۔

مسائل پیدا کرنے والے لیڈر تو بڑے ہیں۔ اداروں کو، لوگوں کو حتیٰ کہ عوام کو بھی ان لیڈرز کی تلاش ہے جو اپنی تخلیقی سوچ، حاضر دماغی اور ذہانت سے بڑے سے بڑا مسئلہ حل کر کے دکھادیں۔

بابا فریدؒ ایسے لیڈرز کی بھی تصویر کشی کرتے ہیں جو مجبوراً بے دلی سے لیڈر شپ کے رول میں پھنسے رہتے ہیں۔ ادارے کے مشکل وقت میں رستہ نکالنے کی بجائے یہ فرار کا رستہ ڈھونڈنے میں زیادہ وقت لگاتے ہیں۔ اور جیسے ہی وہ ادارے کا بیڑا غرق کر کے، اسے صفحۂ ہستی سے مٹا کے فارغ ہوتے ہیں، تو اپنے آپ سے کہتے ہیں:

بھلا ہویا میرا چرخہ ٹٹا
میری جند عذابوں چھٹی

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

چین کم کی کتاب 'بلیو اوشن سٹریٹجی' کے پچھلے ایک دہائی سے بڑے چرچے ہیں۔ کیا یہ جان کے آپ کا سینہ فخر سے چوڑا نہیں ہوا کہ سلطان باہوؒ نے سرخ پانیوں سے نیلے پانیوں کا رُخ کرنے کا نظریہ کئی سال پہلے ہی پیش کر دیا تھا؟

باجھ مربی کسے نہ لدھی گجھی رمز اندر دی ھو
اوسے راہ ول جایئے باھو جس تھیں خلقت ڈردی ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

سرخ پانیوں کے ماہر لیڈر اداروں کو ایک حد تک ہی بلندیوں پر لے جا سکتے ہیں۔ جبکہ نئے پانیوں کی تلاش میں کوشاں لیڈر ان دیکھے جزیروں کی دریافت میں اپنے ادارے کو ایسے نیلے پانیوں پہ حکمرانی کے لیے انسپائر کرتے ہیں جس کا تصور سرخ پانیوں میں رہنے والوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

باقی دنیا جس طرف قدم اُٹھانے کا سوچ کے گھبراتی ہے، لیڈر اس رستے پر چل نکلتا ہے۔ کچھ کر دکھانے والے لیڈر رٹی بندھی سوچ کے اندر ''ڈسرپشن'' کا ایسا پتھر پھینکتے ہیں کہ پھر پوری مارکیٹ انہی کو کاپی کرتی ہے۔ ''ڈسرپٹو تھنکنگ' کے بانی، ہارورڈ پروفیسر کلیٹن کرسٹین سن کی یہ بات ہم نے آج سنی ہے جبکہ سلطان باھوؒ کی یہ آوازیں ہم کب سے سن رہے ہیں لیکن ان کی رمز کو ہم میں سے کم ہی کسی نے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

عشق سمندر چڑھ گیا فلک تے کیہوں جہاز کچیوے ھو
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی باھو عاشق مرے تاں جیوے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

ایک کھرے لیڈر کا اپنے مشن سے عشق اسے بلندی کے اس مقام تک پہنچا دیتا ہے جہاں کسی جہاز یا راکٹ کی رسائی نہیں۔ اور اس مشن کی راہ میں جب لیڈر اپنا سب کچھ گنوا دیتا ہے، خود کو اس مشن میں قربان کر دیتا ہے، تو لیڈر کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی اس کا نام، اس کا کام باقی رہ جاتا ہے۔

-28-

لیڈرشپ چیلنج

توں اپنا داج رنگالے نی
توں تد ہوسیں پردھان کڑے

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

سسرال میں پردھان بننے کی خواہش کس کی نہیں؟ پردھان بننے سے مراد محض لیڈرشپ پوزیشن حاصل کرنا نہیں۔ پردھان بننے کا مطلب لوگوں کے دلوں میں جگہ بنانا بھی ہے۔ اپنی ٹیم کا بھروسہ حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اس خواہش کو پورا کرنے کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

''داج''

جس کا داج تیار ہوگا، رنگا جا چکا ہوگا اس کے پردھان بننے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔

ایک اچھا لیڈر بننا جو پروفیشنل لحاظ سے قابل اور ذاتی لحاظ سے ہر دلعزیز ہو، آسان کام تھوڑی ہے۔ پردھان بننا اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر کوئی پردھان ہوتا۔ پردھان بننے کے لیے تیاری چاہیے۔ ذاتی اور پیشہ وارانہ خوبیاں چاہئیں۔

جیسے آج بھی ہمارے معاشرے میں اکثریت کے ہاں ایک لڑکی کو اپنے سسرال میں عزت و آبرو کمانے اور پردھان بننے کے لیے ذاتی صفتیں اور متاثر کن داج چاہیے ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی اپنی ٹیم، ادارے، ڈیپارٹمنٹ، ایسوسی ایشن، انجمن، این جی او، کرکٹ ٹیم یا سکول میں لیڈر بننے کے لیے آپ کو "کچھ داج" اکٹھا کرنا ہوگا۔ جس دن داج کی تیاری مکمل ہوگئی آپ کے پردھان بننے کا وقت قریب آجائے گا۔

اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں پردھان بننے کے لیے جو داج چاہیے کیا آپ نے اس کی تیاری کر لی ہے؟

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

میرا اس بات پہ پکا یقین ہے کہ کسی ادارے کی ترقی یا بربادی کا سارا انحصار اس کے لیڈر پہ ہے۔ لیڈر شپ ہے تو سب کچھ ہے، لیڈر شپ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

ایک اچھے، کامیاب لیڈر کے لیے کن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے؟

بابا فرید کہتے ہیں:

لمی لمی ندی وہے، کندھی کیرے ہیت
بیڑے نوں کپڑ کیا کرے جے پاتن رہے بچیت

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

لیڈر کی آنکھیں کھلی رکھنے کا مطلب ہے ہر چیز پہ نظر، ہر تبدیلی پہ نظر۔ آنکھیں کھلی ہونے سے مراد لیڈر کی آگے دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ لیڈر نہ صرف آج کو بناتا ہے بلکہ کل کو سنوارنے کی بھی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ بلکہ یہ یقین دہانی کرواتا ہے کہ کل ہوگا بھی یا نہیں!

لیڈرشپ 'کچھ نہیں' سے 'سب کچھ' بنانے کے سفر کا نام ہے۔ لیڈر وہ دیکھتا ہے جو کسی اور کو دکھائی نہیں دیتا۔ وہ سنتا ہے جو کسی اور کے کان میں نہیں پڑتا۔ وہ آگے کی سوجھ بوجھ رکھتا ہے اور پھر آنے والے وقت کی ایسی خوبصورت تصویر کشی کرتا ہے کہ اس پینٹنگ میں رنگ بھرنے کے لیئے سبھی لوگ اپنا دل، دماغ، خون، پسینہ داؤ پہ لگا دیتے ہیں۔

کھوٹے لیڈر کو 'سب کچھ' بھی دے دیں تو وہ اسے 'کچھ نہیں' میں بدلنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کی توقعات کا بوجھ اُٹھا نہیں پاتا اور پھر چیخ کے کہتا ہے:

در درویش گا کھڑی، چلاں دُنیا بھت
بنھ اُٹھائی پوٹلی کتھے ونجاں گھت

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

یعنی لیڈرشپ میرے بس کی بات نہیں۔ اب یہ جو دوسروں کو لیڈ کرنے کا 'بوجھ' ایک گٹھڑی کی صورت میں لوگوں نے میرے سر پہ سجا دیا ہے اس کو میں کہاں اُتار پھینکوں؟ کھوٹے لیڈر پہلی فرصت میں خوابوں کی گٹھڑی کو، ادارے کے مشن، وژن اور ویلیوز کو بوجھ سمجھ کے اُتار

چھینکتے ہیں۔ لیڈرشپ کے چبوترے سے اُتر کر کسی گلی میں عام لوگوں کی طرح بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں۔

جاں کواری تاں چاؤ وواہی تاں ما ملے
فریدا ایہو پچھتاوا وت کواری نہ تھیئے

بابافریدؒ: مینجمنٹ گرو

اپنے لیڈرشپ کے بیج کی صحیح آبیاری نہ کر سکنے والے "کھوٹے" لیڈر بغیر تیاری کے لیڈرشپ پوزیشن پہ جانے کی ضد کرتے ہیں۔ لیکن جب وہاں پہنچتے ہیں تو لیڈروں والا کوئی کام ان سے ہو نہیں پاتا۔ لیڈروں والی کوئی بات ان میں کسی کو نظر نہیں آتی۔ لیڈرشپ ان کے لیے ایک بوجھ بن جاتی ہے۔

لیکن اب ان کی عزت داؤ پہ لگی ہوتی ہے۔ واپسی کا سفر، ہار ماننے کے مترادف ہوتا ہے۔ تب ان کی حالت اس دوشیزہ کی طرح ہوتی ہے جو کنواری ہوتی ہے تو جلدی جلدی پیا گھر جانا چاہتی ہے۔ اور پھر شادی کے بعد ذمہ داریوں کا بوجھ پڑتا ہے اور وہ اسے ہینڈل نہیں کر پاتی تو پچھتاتی ہے کہ کاش پھر سے کنواری ہو جاؤں۔ لیکن اب ایسا ممکن نہیں۔

لیڈر کے لیے یہ سمجھنا بھی اہم ہے کہ وہ اپنے ادارے کی کامیابی کے لیے صحیح منزل، صحیح مارکیٹ، صحیح لوگوں اور صحیح لائحہ عمل کا انتخاب کرے۔ غلط سمت میں، غلط طریقے سے، غلط جگہ کوشش کرنے سے کبھی کامیابی ہاتھ نہیں لگتی۔

بابافریدؒ کی مینجمنٹ فلاسفی کہتی ہے کہ:

سوای سرور ڈھونڈ لیہہ جتھوں لبھی وتھ
چھپڑ ڈھونڈے کیا ہوئے چکڑ ڈُبے ہتھ

باباؒ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

ہیرے کو اس جگہ ڈھونڈیں جہاں اُس کے ہونے کا امکان ہو۔ اگر آپ اسے کسی چھپڑ میں ڈھونڈنا شروع کردیں گے تو ہاتھ میں کیچڑ کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔ اپنے لیڈر شپ ٹیلنٹ کو دکھانے کے لیے درست گراؤنڈ، درست پچ کا انتخاب کیجیے۔ تاکہ کامیابی کا گوہرِ نایاب آپ کے ہاتھ لگ جائے۔

-29-

مِس فِٹ لیڈر

بھلا ہویا گُڑ مکھیاں کھادا
بھن بھن تو چھٹیا سے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

مس فٹ، لیڈر کی نشانیاں جاننا چاہیں گے آپ؟

پہلی نشانی: اس کے دل میں کسی قسم کے مشن کا احساس نہیں ہوتا۔
دوسری نشانی: وہ بہترین کام کرنے کی بجائے گزارا کرنے پر یقین رکھتا ہے۔
تیسری نشانی: اس میں مسائل حل کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔

چوتھی نشانی: ذمہ داری کا احساس اسے چھو کے نہیں گزرا ہوتا۔

پانچویں نشانی: اس کا فوکس نتائج پر نہیں، مصروف رہنے پر ہوتا ہے۔

چھٹی نشانی: وہ جس کام کو کرنے کا وعدہ کرتا ہے اسے پورا نہیں کرتا۔

ساتویں نشانی: وہ ناکامی سے کچھ نہیں سیکھتا۔

''گُڑ'' کیا ہے؟

گُڑ وہ مشن ہے جسے لیڈر کو سونپا گیا ہوتا ہے۔ وہ مقصد ہے جسے پورا کرنا لیڈر کی ذمہ داری ہے۔ گُڑ سے مراد ادارے کی ساکھ، لوگوں کا بھروسہ، مالی وسائل ہیں۔ گُڑ کی حفاظت لیڈر کا کام ہے۔ اپنی نااہلی، غلط فیصلوں اور ترجیحات نہ ہونے کے باعث وہ اس گُڑ کی دیکھ بھال نہیں کر پاتا۔

مکھیاں کون ہیں؟

مکھیاں وہ حریف ہیں جن کی گُڑ پہ نظر ہے۔ جب آپ کے حصے کا گُڑ حریف کھا جائیں اور اس کے بعد آپ کے چہرے پہ ملال تک نہ ہو تو اگلی بار گُڑ کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو کون سونپے گا؟ مکھیوں سے مراد وہ تمام ناموافق حالات ہیں، مشکلات ہیں جو گُڑ کی حفاظت سے آپ کی توجہ ہٹا دینا چاہتی ہیں۔

جب لیڈر کے پاس مخالف طاقتوں اور صورت حال سے نمٹنے کا کارگر لائحہ عمل نہیں ہوگا، اس کا پورا دھیان بھی کام پہ نہیں ہوگا اور وہ پہلے ہی سے ہار مان چکا ہوگا تو مکھیوں کا گُڑ لے اُڑنا حیران کن بات نہیں۔

گُڑ وہ قیمتی کسٹمر بھی ہو سکتا ہے جس سے آپ کی کمپنی کا منافع جُڑا ہے۔ اگر آپ اس کسٹمر کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھیں گے تو آپ کی حریف کمپنیاں اس پہ قبضہ جما جائیں گی۔ سونے کے انڈے دیتی مرغی کے مترادف وہ گُڑ یعنی کسٹمر آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

جب گڑ ہاتھ سے نکل جائے تو دانا لیڈر اسے واپس لانے کی پلاننگ کرتا ہے۔ اگلی بار ایسا نہ ہو اس کی یقین دہانی کراتا ہے۔

'مس فٹ' لیڈر کچھ سیکھنے کی بجائے لاپرواہی سے دل میں خود سے کہتا ہے "اچھا ہوا کہ گڑ مکھیاں لے گئیں۔ میری جان چھوٹی۔ ویسے بھی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے مجھے بڑی کوفت ہو رہی تھی"۔

آپ کا گڑ کیا ہے؟ کون سی مکھیوں کی آپ کے گڑ پہ نظر ہے؟

آپ اپنے گڑ کو مکھیوں سے بچانے کے لیے کیا کرنے والے ہیں؟

-30-

ٹیلنٹ مینجمنٹ

وارث شاہ نہ دبے موتیاں نوں
پھل اگ دے وچ نہ ساڑیے جی

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

کامیاب لیڈر کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے ٹیلنٹ سے خائف نہیں ہوتا بلکہ ان کے ٹیلنٹ کو نکھرنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی کامیابی کا انحصار اس کے ساتھ کام کرنے والے لوگوں کی صلاحیت اور ٹیلنٹ پر ہے۔ جتنی زیادہ ٹیلنٹ سے مالا مال ٹیم ہوگی لیڈر کے لیے کر دکھانا اتنا ہی آسان ہوتا جائے گا۔

موتی دبانے کے لیے ہوتے ہیں یا سجانے کے لیے؟

نام نہاد لیڈر اپنی ٹیم کے موتیوں کو دبا دیتے ہیں، انھیں رنگ دکھانے کا موقع نہیں دیتے۔ پھولوں کا مقام آگ ہرگز نہیں۔ اس کے باوجود ہم میں سے کتنے لیڈر لوگوں کے ٹیلنٹ کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔

ٹیلنٹ کو دبانا چھوڑیے، ٹیلنٹ کو ابھاریے، رستہ دیجیے۔ ٹیلنٹ کے آگے سے ہٹ جایئے۔ دیکھیے پھر ٹیلنٹ آپ کو کیا رنگ دکھاتا ہے۔

قدر پھلاں دا بلبل جانے صاف دماغاں والی
قدر پھلاں دا گرج کیہ جانے مردے کھاون والی

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

میں نے پاکستان میں اور باہر تقریباً تین سو کمپنیوں کے ساتھ لیڈرشپ ڈویلپمنٹ پہ کام کیا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر اداروں میں لیڈر اور لوگوں کے درمیان اتنی بڑی بڑی رُکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ لیڈر کو اپنی ٹیم کے اصل ٹیلنٹ کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب ٹیلنٹ کا پتہ ہی نہیں چلے گا تو انھیں ٹیلنٹ کی قدر کیسے ہوگی۔

میں نے دیکھا ہے کہ جنرل الیکٹرک جیسی بڑی کمپنی میں سی ای او اور ہیومن ریسورس چیف کمپنی کے ٹاپ کے 600 ٹیلنٹڈ لوگوں کو نا صرف ان کے نام سے جانتے ہیں بلکہ وہ ان کے خاندان، پسند ناپسند اور مشاغل سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کام کرنے میں لوگوں کو خوشی ہوتی ہے۔ انھیں پتہ ہوتا ہے کہ ان کے ٹیلنٹ کی قدر کی جارہی ہے۔

'جی ای' جیسی کمپنیاں اور ان کے ٹاپ لیڈرز بلبل کی طرح ہیں جنھیں پھولوں کی قدر ہے۔ کیونکہ بلبل کی طرح ان کا دماغ اور دل صاف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مردے کھانے والی

گرج کی طرح کچھ کھوٹے لیڈر اپنے ادارے کے ٹیلنٹ پر یوں گرجتے ہیں کہ ٹیلنٹ کے سبھی پھول مرجھا جاتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ادارے کے ٹیلنٹ کی قدر نہیں کریں گے تو پھر ظاہر ہے کوئی اور ادارہ کرے گا۔

مرمر اک بناون شیشہ، مار وٹا اک بھن دے
دنیا اتے تھوڑے رہندے، قدر شناس سخن دے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

ٹیلنٹ کی قدر کرنے کا مطلب کیا ہے؟

لوگوں کے ٹیلنٹ کو ماپنے کا صحیح پراسس بنانا۔ لوگوں کو شفاف طریقے سے پرکھنا۔ ان کی صلاحیت، خوبیوں اور شوق کے مطابق انھیں ذمہ داریاں سونپنا۔ ان کے کیریئر میں دلچسپی لینا۔ ان کے ٹیلنٹ کو نکھارنے کے لیے انھیں تعلیم و تربیت کے عمل سے مسلسل گزارتے رہنا۔ ان کو ترقی کے مناسب مواقع مہیا کرنا اور ان کی کامیابی میں ایک اہم پارٹنر کی طرح ان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا۔

ٹیلنٹ مینجمنٹ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ غلط لوگوں کو آپ بڑے پیار سے اپنی ٹیلنٹ کی پائپ لائن سے نکال باہر کریں۔ جب جم کالنز اپنی کتاب ''گڈ ٹو گریٹ' میں صحیح بندوں کو بس میں بٹھانے اور غلط لوگوں کو بس سے اُتارنے کی بات کرتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ میاں محمد بخشؒ اپنی بات اس انداز میں کرتے ہیں کہ بات دل میں اُتر جاتی ہے۔

غلط لوگوں کو اپنے ادارے سے نکال باہر نہیں کریں گے تو کیا ہوگا؟

وہ دوسروں کے رستے کی دیوار بن جائیں گے۔

وہ غلط اقدار کو فروغ دیں گے۔

وہ ادارے کے لیے بدنامی کا باعث بنیں گے۔
وہ آپ کی لیڈرشپ پائپ لائن کو بلاک کر دیں گے۔
میاں محمد بخش ؒ آپ کو آگاہ کر رہے ہیں کہ:

برے بندے دی صحبت ایویں جویں دکان لوہاراں
چھنگھ چھنگھ کے لکھ کپڑے بھیے، چنگاں پین ہزاراں
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لوہار کی دکان پر، آگ کی بھٹی کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ، جتنا مرضی خود کو بچا کے رکھیں، کبھی کبھار اٹھنے والی چنگاریاں ان کے کپڑوں پہ ضرور گریں گی۔ غلط لوگوں کے کارناموں سے آپ کی ذات اور ادارے پر بھی چھینٹے پڑیں گے۔ ان کی صحبت سے بچیے۔ صحیح لوگوں کے ٹیلنٹ کو پروان چڑھانا جتنا ضروری ہے، اتنا ہی اہم، غلط بندوں کو گیٹ کی راہ دکھانا ہے۔

لیڈرشپ گرو سلطان باھوؒ، میاں محمد بخشؒ کی تائید میں اپنا نظریہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔

جیہڑے تھاں مٹی دے بھانڈے کدی نہ ہوندے کانجے ھُو
جیہڑے مُڈھ قدیم دے کھیڑے کدی نہ ہوندے رانجھے ھُو
سلطان باھوؒ: لائف کوچ

کچھ لوگوں میں 'مینوفیکچرنگ' نقص ہوتا ہے۔ ان پہ جتنا مرضی وقت، طاقت، پیسہ اور وسائل لگا لیں ان کی فطرت انھیں کبھی بدلنے نہیں دیتی۔ مٹی کا برتن ایک بار مٹی سے بن گیا تو اب

وہ سٹیل، پیتل، یا شیشے کا برتن ہونے کا ڈھونگ نہیں رچا سکتا۔ جو عمر بھر کھیڑا رہا ہو اس پہ جتنا مرضی زور لگا لیں وہ کبھی رانجھا نہیں ہو سکتا۔ رانجھے کا ڈی این اے اور ہے کھیڑے کا اور۔

بطور لیڈر یہ آپ کا کام ہے کہ رانجھوں سے رانجھوں والا اور کھیڑوں سے کھیڑوں والا کام لیں، اور اسی اصول کی بنا پہ ان کو جزا و سزا دیں۔

میاں محمد بخشؒ کے پاس لرننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کے ان تمام لوگوں کے لیئے ایک خاص پیغام ہے جو غلط لوگوں پر اپنا ٹریننگ بجٹ لٹا رہے ہوتے ہیں:

مورکھ نوں کیہ پندھ نصیحت پتھر نوں کیہ پالا
دودھاں اندر کاگ نوہایئے انت کالے دا کالا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

جس طرح پتھر پر سردی کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس طرح بے وقوف پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ کچھ لوگ کبھی تبدیل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ بالکل اس کوے کی طرح جسے جتنا مرضی دودھ میں نہلاتے رہیں وہ آخر میں کالے کا کالا ہی رہے گا۔

آپ کو اختلاف ہے میاں محمد بخشؒ سے؟ تو چلیں بابا فریدؒ کی بات ہی مان لیں۔

جوبن جاندے نہ ڈراں جے شوہ پریت نہ جاء
کتی جوبن پریت بن سک گئے کملاء

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

جوبن اور پریت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جوبن کو پریت نہ ملے تو جوبن کس کام کا؟

جوبن کسی فرد کا وہ ٹیلنٹ اور صلاحیت ہے جسے لیڈر کی طرف سے 'پریت' چاہیے۔ پریت مل جانے کا مطلب ٹیلنٹ کو تسلیم کرنا، اس کی پرورش کرنا، اس میں نکھار لانا۔

کتنے ہی ادارے ہیں جہاں لوگوں میں جوبن (ٹیلنٹ) کوٹ کوٹ کے بھرا ہوتا ہے۔ جوبن ٹھاٹھیں مارتا رہتا ہے لیکن کسی 'پریمی' کی نظر اس ٹیلنٹ کو پہچانتی نہیں۔ اگر جوبن کو ایک سچا پریمی مل جائے جو اس کے جوبن کی قدر کرے، اس کو سراہے۔ جو اس کے نکھرنے، سجنے، سنورنے کی وجہ بن جائے تو جوبن کو چار چاند لگ جائیں گے۔ یہ 'پریت' ہی تو ہے جو رف ٹیلنٹ کو ورلڈ کلاس ٹیلنٹ بنا دیتی ہے۔

لیکن 'پریت' نہ ملنے کے سبب جوبن ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ پریت کی تلاش میں جوبن مارا مارا پھرتا ہے لیکن کوئی پریمی اسے وہ قدر، عزت، اور تحفظ نہیں دیتا جو ٹیلنٹ کے نکھار کے لیے ضروری ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

جوبن خاموشی سے مرجھا جاتا ہے۔

کیا آپ کے ادارے میں کہیں کونے میں خاموشی سے کسی کا جوبن مرجھا تو نہیں رہا؟

لوگوں کے جوبن (ٹیلنٹ) کو نکھارنے کے لیے آج سے آپ کیا کریں گے؟ خود اپنے ٹیلنٹ کو آپ اپنی ہی پریت سے کب تک محروم رکھیں گے؟

-31-

لیڈر شپ کا بیج

تلکن راہواں لنگھ جائی دا پیر سنبھل کے دھریاں
بچے ، فصل ، فقیری، تتیں، پلدے راکھی کریاں

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

اپنے اندر کی لیڈر شپ کی تعمیر آسان کام نہیں ہے۔ لیڈر شپ ایک مشکل راستہ ہے۔
لیڈر شپ عہدہ نہیں ہے، ذمہ داری ہے۔ لیڈر شپ مزے اُڑانا نہیں، خدمت کرنا ہے۔
اپنے اندر کے لیڈر کی آبیاری کرنا کٹھن مرحلہ ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ آپ بیج بو دیں اور پھر بھول جائیں اور اچانک ایک شاندار، پھلدار درخت نمودار ہو جائے۔
وارث شاہؒ کی لیڈر شپ ڈویلپمنٹ کی تھیوری کمال کی ہے۔

لیڈر شپ کے بیج کو پروان چڑھانے کے لیے بھی آپ کو خود کو، وہی توجہ دینا پڑے گی جو ایک چھوٹے نومولود بچے کی پرورش کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اپنے اندر کے لیڈر کی نشوونما میں اسی احتیاط، اسی ذمہ داری کے مظاہرے کی ضرورت ہوتی ہے، جو کسی فصل کو بونے سے کاٹنے کے مختلف مراحل میں چاہیے ہوتی ہے۔ بچے اور فصل کی طرح اگر فقیری کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا جائے تو نتیجہ وہی ہوگا جو ایک تباہ شدہ شخصیت کے مالک کے بچے اور برباد شدہ فصل کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

لیڈر شپ کے بیج کو پرورش کے لیے توجہ چاہیے۔ جب تک آپ اسے وہ توجہ نہیں دیں گے، آپ کی لیڈر شپ ایک ایسا تناور، پھلدار اور پھولدار درخت نہیں بن پائے گی جس کی چھاؤں میں دوسرے سکون پائیں، جس کی شاخوں پہ لوگ کامیابی کے جھولے جھولیں اور جس کے پھل کو لوگ اپنی محنت کا ثمر سمجھ سکیں۔

لیڈر کس مٹی سے بنتا ہے؟ کون سے گُن، کون سی خوبیاں، کون سی خصوصیات ایک عام لیڈر کو ایک خاص لیڈر بنا دیتی ہیں؟ ان خوبیوں کی فہرست میں درجنوں چیزیں شامل کی جا سکتی ہیں لیکن صوفی دانشوروں اور گروز کی نظر میں اہم ترین گُن کچھ یوں ہیں:

1- بےلوث:

وارث شاہؒ جھاں امید نہ تاہنگ کوئی
بیڑے تنہاں دے عاقبت پار ہُندے

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

ایک کھرے لیڈر کی آرزوؤں اور خواہشوں کا محور و مرکز صرف مشترکہ کامیابی ہوتی ہے۔ وہ ایک بڑے مقصد کے لیے لڑ رہا ہوتا ہے۔ اس کی ذاتی جیت کبھی بھی اس کے لیے اہم نہیں

ہوتی۔ وہ اپنی ذات سے بالاتر ہو کر پورے خلوص سے ہدف کی جستجو کرتا ہے۔ ایک ایسا ہدف جس کو پانے سے سب سے زیادہ فائدہ دوسروں کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفع نقصان کی خاطر کوئی قدم نہیں اُٹھاتا۔

جو دوسروں سے اُمید رکھنے کی بجائے اپنے پروردگار سے اُمید رکھتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بیڑے پار ہوتے ہیں۔ جن کو اپنی پڑی رہتی ہے ایسے ہی لوگوں کی نیّا بیچ سمندر الٹ جاتی ہے۔

2- عاجزی:

باہروں دِسن میلے کیلے اندر آبِ حیاتی
ہونٹ سکے تریا ہنواں وانگر جان ندی وچ ناتی

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

بڑا لیڈر وہ نہیں جس کی موجودگی میں آپ خود کو چھوٹا محسوس کریں۔ بڑا لیڈر تو وہ ہے جو آپ کو آپ کے بڑا ہونے کا احساس دلائے۔ جس سے جُڑ کے آپ کی عزتِ نفس اور اعتماد کو چار چاند لگ جائیں۔ جس کے ساتھ مل کے آپ کو اپنی صلاحتیں پنپتی نظر آئیں۔ جو آپ کے اندر کے بہترین شخص سے آپ کو ملوا دے۔

جم کولن سے لے کر مارشل گولڈ سمتھ تک اور رام چرن سے لے کے ڈیو الرچ تک سبھی لوگ اس بات سے متفق ہیں کہ 'سلیبرٹی لیڈر' صرف عارضی طور پر کمپنیوں کے لیے فائدہ بخش رہتے ہیں۔ ان کا ''لائم لائٹ'' میں رہنے کا شوق انھیں ان کے اصل کام سے دور لے جاتا ہے۔

کھرے لیڈر ہو سکتا ہے کہ بظاہر ''میلے کچیلے'' لگیں۔ یعنی وہ مشہور، پرکشش اور مقناطیسی شخصیت کے مالک نہ ہوں لیکن وہ اپنے شرمیلے پن، خاموش طبع اور خاموشیوں کے

باوجود نتائج اور کامیابیوں سے ٹھیک ٹھاک شور برپا کردیتے ہیں۔ان کے ہونٹوں کی پیاس دیکھ کر یہ نہ سمجھیے گا کہ وہ اندر سے خالی ہیں۔ان کے اندر تو علم،صلاحیت اور مہارت کے چشمے اُبل رہے ہوتے ہیں۔تاہم وہ اپنی عاجزی اور انکساری کی وجہ سے ہمیشہ ''لو پروفائل'' رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

انھیں بھڑکیں مارنا نہیں آتیں، چرب زبانی انھیں زیب نہیں دیتی،توجہ کا مرکز بننا انھیں پسند نہیں۔بس وہ تو خاموشی سے اپنا کام کرتے ہیں اور کچھ ایسا کرتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہو۔

3- محتاط:

مت ہوندی ہوئے ایانا،تان ہوندے ہوئے نتانا
ان ہوندے آپ وٹڈائے کوئی ایسا بھگت سدائے

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

کھرے لیڈر اپنی باتوں اور ایکشن میں احتیاط برتتے ہیں۔ وہ پھونک پھونک کے قدم اُٹھانے میں یقین رکھتے ہیں۔

وہ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں کہ کسی کو ان پہ اُنگلی اُٹھانے کا موقع نہ ملے۔اور اگر کوئی ان پہ تہمت لگا بھی دے تو ان کے کردار کی سچائی کے آگے وہ الزام بے معنی لگے،کھوکھلا اور بے وقعت بن جائے۔کھرے لیڈر خود کو ساری زندگی 'بے داغ' رکھنے کے لیے بڑے جتن کرتے ہیں۔ان کی احتیاط ہی انھیں یہ مقصد پانے میں مدد دیتی ہے۔

4- رازداری:

بھیت دسنا مرد دا کم ناہیں
مرد سوئی جو دیکھ دم گھٹ جائے

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

اچھالیڈر بڑے بڑے راز اپنے دل میں دفن رکھتا ہے۔ وہ بلاوجہ کسی سے اپنا راز شیئر نہیں کرتا۔ کھرا لیڈر کسی اور کی بتائی باتوں کو بھی دل میں چھپائے پھرتا ہے۔ وہ کسی بھی حال میں اس بات کو عیاں نہیں ہونے دیتا، جو کسی نے بھروسہ کرکے، رازداری میں ان سے کی ہو۔ چاہے وہ بات عیاں کرنے میں انھیں کتنا ہی فائدہ ہو۔ راز کھولنے میں انھیں کتنے ہی انعام واکرام کی اُمید ہو وہ رازداری کی باتوں کو راز ہی رکھتے ہیں۔

5- رول ماڈل:

شور شہر تے رحمت وسے جتھے باہو جالے ہو
نام فقیر تنہا ندا باہو جیہڑا گھر وچ یار وکھالے ہو

سلطان باہوؒ: لائف کوچ

کھرے لیڈر کبھی کسی سے اس کام کی توقع نہیں کرتے جو وہ خود نہ کر سکتے ہوں۔ وہ اپنے اور دوسروں کے سامنے پھلانگنے کے لیے ایک جیسے رسے لگاتے ہیں۔ وقت پڑنے پہ وہ اپنی مہارت کی دھاک بٹھانے میں ذرا دیر نہیں لگاتے۔ لیڈر چاہے کرکٹ کے میدان کا ہو یا سیلز کے میدان کا، وقت پڑنے پر وہ اپنی ٹیم کے سامنے اپنی ذاتی کارکردگی سے ''پرفارمنس'' کا وہ معیار کھڑا کرتے ہیں جسے سبھی اپنے لیے مثال سمجھیں۔

6- انصاف:

مظلوماں دا ہتھ نہ پکڑے جے کر عدل شاہانہ
روز حشر دے شاہ پوچھیسن کر سن کیہ بہانہ

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

لیڈر کا ایک بڑا کام اپنے لوگوں کے درمیان انصاف قائم رکھنا ہے۔ وہ اپنے رویے سے ثابت کرتا ہے کہ سب اس کے لیے برابر ہیں۔ اس کے لوگوں کو اعتماد ہوتا ہے کہ لیڈر کے ہوتے ہوئے کوئی اس کے ساتھ ناانصافی نہیں کرسکتا۔

ٹیم کو یقین ہوتا ہے کہ لیڈر کبھی ان پہ ظلم نہیں ہونے دے گا۔ وہ ان کی ڈھال بن جائے گا۔ وہ ان کی طرف اُٹھتے ہوئے ظلم کے ہاتھ روک دے گا اور ضرورت پڑنے پر وہ ظلم کے ہاتھ کاٹ بھی سکتا ہے۔

7- صبر:

وارث شاہؒ جنے بھکھے لکھ پھر دے
صبر فقر دا قول قرار ہے وے

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

وارث شاہؒ کی نظر میں لیڈر شپ کا ایک اہم تمغہ صبر ہے۔ استقامت ہے۔ صبر لیڈرز کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ ہر حال میں، ہر کٹھن گھڑی میں، کبھی صبر کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کا اختیار صرف ان چیزوں تک ہے جنھیں وہ کنٹرول کر سکتے ہیں۔ جن

معاملات، حالات اور رویوں پر انہیں اختیار نہ ہو وہ ان پر کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ انتظار کرتے ہیں، حالات کے دھارے کے بدلنے کا۔ اور پھر اپنی اختیار کی طاقت کو استعمال میں لا کے، صبر کے دامن کو پکڑے ہوئے، جو چاہتے ہیں، پالیتے ہیں۔

8- پردہ:

پردہ پوشی کم فقر دا میں طالب فقراواں
عیب کسے دے پھول نہ سکاں ہر یک تھیں شرماواں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لیڈر کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کی تشہیر نہیں کرتا وہ دوسروں کی خامیوں کی ٹوہ میں نہیں رہتا۔ وہ ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو اپنے فائدے میں استعمال نہیں کرتا۔

ایک اچھا لیڈر سمجھتا ہے کہ کسی کے عیب پر پردہ ڈالنا خدا کی صفت ہے۔ جس طرح لیڈر اپنے لیئے چاہتا ہے کہ اس کے عیب کسی پہ ظاہر نہ ہوں اسی طرح وہ دوسروں کے عیبوں کی بھی پردہ پوشی کرتا ہے۔ تاہم وہ سمجھتا ہے کہ یہ پردہ پوشی تب تک مناسب ہے جب تک کسی کے یہ عیب ادارے کی ساکھ، سلامتی اور بقا کے لیئے خطرہ نہیں بن جاتے۔ جب کسی کے عیب ادارے پہ دھبہ بن جائیں تو انہیں چھپانا لیڈر شپ نہیں ہے۔

لیکن کھرا لیڈر یہ سمجھتا ہے کہ روزمرّہ زندگی میں چھوٹی موٹی غلطیاں ہر کسی سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ ان عیبوں کو بلاضرورت بے نقاب کرنا اور دوسروں کی عزت اچھالنا مناسب نہیں۔

9- کھراپن:

اپنا کبھی کسی سے غیر ضروری موازنہ نہ کریں۔ آپ جو نہیں ہیں وہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ جو میں نہیں ہوں اسے آپ پہ ثابت کرنے میں مجھے صدیاں لگ جائیں گی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ میری اصل شخصیت اس دوران آپ پر بار بار آشکار ہوگی۔ آپ کو سمجھ نہیں آئے گی آپ کس کو سچ مانیں۔ آپ میری ذات کے کس نقاب پہ یقین کریں۔

ہنساں دیکھ ترندیاں بگاں آیا چاؤ
ڈُب مرے بگ پڑے، سرتل اوپر پاؤ

باباﷺ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

بابا فریدؒ نے تو مشکل ہی آساں کر دی۔ ندی میں تیرتے ہنس کو دیکھ کر بگلے کو بھی جوش آیا۔ وہ بنا سوچے سمجھے ندی میں کود پڑا۔ کچھ دیر بعد ہی بگلے میاں کا سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے اور وہ لاش بن کے پانی میں تیر رہا تھا۔

جو آپ نہیں ہیں اسے ثابت کرنے کی بعض اوقات ایک بھاری قیمت چکانی پڑ جاتی ہے۔ بالکل اس بگلے کی طرح۔ آپ جو ہیں اس کو پہچانیں، اس کی قدر کریں، اسی کو پروموٹ کریں۔ کامیابی کے لیئے یہ نقاب چڑھانے سے کہیں بہتر سٹریٹجی ہے۔

10- دردکا احساس:

جو شاعر بے پیڑا ہووے سخن اوہدے وی رُکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دھواں نہ دُھکّے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

لیڈر اپنے لوگوں کی تکلیفوں کو سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ جب لیڈر دوسروں کے درد کو اپنا درد سمجھنے لگے، تو اس کی بات میں خود بخود تڑپ آجاتی ہے۔ دوسرے لیڈر کی آنکھوں میں اپنے لیے درد دیکھ کر اپنا سب کچھ لیڈر پہ وار دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جس لیڈر کو دوسروں کا درد پڑھنا نہ آتا ہو، وہ کبھی ان سے ربط قائم نہیں کرسکتا۔

لیڈر شپ دراصل ایک رشتے سے شروع اور اسی رشتے پہ ختم ہوتی ہے۔ اس رشتے کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ لیڈر کے ساتھ بے شمار لوگ ایک ہی قسم کا رشتہ محسوس کرتے ہیں۔ لیڈر کی یہی تو خوبی ہے کہ وہ سب کے ساتھ 'ون ٹو ون' رشتہ نبھاتا ہے۔ ہر کسی کو احساس ہوتا ہے کہ سب سے مضبوط رشتہ اسی کا لیڈر کے ساتھ ہے۔ جبکہ لیڈر کا چیلنج بھی یہی ہے۔ ایک وقت میں ایک رشتے کو جوڑنا، نبھانا اور قائم رکھنا ہے۔

رشتے کی بنیاد بننے والی بہت سی چیزوں میں سے ایک چیز دوسروں کا احساس ہے۔ احساس ہی ہر مضبوط رشتے کی بنیاد ہے۔ جب لوگوں کو پتہ چل جائے کہ لیڈر کو ہمارا احساس ہے، وہ ہمارے لیے سوچتا ہے، کڑھتا ہے، جلتا ہے اور ہماری دردوں کا مرہم بننے کے لیے سر دھڑ کی پُر خلوص بازی لگا رہا ہے۔ وہ لیڈر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب لوگ اس کے ساتھ، یعنی اس کے مشن کے ساتھ کھڑے ہو جائیں تو کوئی طاقت لیڈر کو اس وژن تک پہنچنے سے روک نہیں پاتی۔ وہی وژن جس کا حتمی مقصد اپنے لوگوں کی زندگیوں میں خوشیوں، آسانیوں اور آسودگیوں کے رنگ بھرنا ہوتا ہے۔

-32-

لائم لائٹ

رکھی سکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی
ویکھ پرائی چوپڑی مت ترساویں جی

بلھے شاہؒ: لیڈرشپ گرو

دنیا کے کامیاب ترین لیڈر یہ راز جانتے ہیں کہ دوسروں سے موازنہ کرنے کا فائدہ نہیں۔ وہ سوائے اپنے کسی پہ انحصار نہیں کرتے، کسی سے امید نہیں لگاتے۔ انھیں اپنے وسائل کا خوب اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے وسائل کو بہترین طریقے سے استعمال کرنے کا فن جانتے ہیں۔

دوسروں کے دسترخوان انہیں نہ مرعوب کرتے ہیں نہ انہیں کمتری کا احساس دلاتے

ہیں۔ وہ ''رُوکھی سُوکھی'' کھا کے بڑے بڑے خوابوں کے تعاقب میں نکلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کس طرح اپنے گھر، ادارے اور ملک کے لائف سٹائل کو اپنی چادر کے اندر ہی پھیلانا ہے۔ وہ اُدھارے کی زندگی جینے کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان میں توکل کُوٹ کُوٹ کے بھرا ہوتا ہے۔ لالچ ان کے قریب سے نہیں گزرتا۔

کیا آپ میں شکر گزاری کا احساس زندہ ہے؟ کیا آپ ان میں سے تو نہیں جو رُوکھی سُوکھی کھاتے ہوئے شکر کرنا بھول جاتے ہیں۔ محض اس لیے کہ ساتھ والے ورک سٹیشن سے، کمپنی سے یا کمپیٹیشن سے آنے والی ''بریانیوں'' کی خوشبو نے آپ کو اپ سیٹ کر دیا تھا؟

شُکر کی کیفیت، شکایتوں کو بھگا دیتی ہے۔ جب رُوکھی سُوکھی پہ شُکر کریں گے، اور 'چوپڑی' کی جستجو رکھیں گے تو آپ کے خاندان، کمپنی اور کاروبار کو بھی 'چوپڑی' عطا کر دی جائے گی۔ تب آپ کی ذمہ داری ہوگی کہ اور بھی زیادہ شکر کریں اور رُوکھی سُوکھی، کھانے والوں کو اپنی 'چوپڑی' میں شریک کریں۔

چور کرن نت چوریاں، عملی نوں عملاں دیاں گھوڑیاں
کامی نوں چِنتا کام دی

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

شاہ حسینؒ کی اینگجمنٹ تھیوری کے مطابق اداروں میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

کام چور:

انھیں کام سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ بھگوڑے ہیں۔ ہر ذمہ داری سے صرف فرار مانگتے ہیں۔

مصروف:

یہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ سب کو مصروف نظر آئیں۔ کام بے شک ایک دھیلے کا نہ کریں۔ البتہ انھیں اپنے معمولی کام کو بڑھا چڑھا کے پیش کرنے کا مزا آتا ہے۔

کامی:

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کام کی فکر ہوتی ہے۔ ساری ذمہ داریاں یہی اُٹھائے پھرتے ہیں۔ یہ 'کر دکھانے والے' لوگ ہیں۔ تھپکی کی پرواہ کے بغیر کام کرنے والے۔

آپ ان میں سے کون ہیں؟

کیا آپ انعام واکرام کے لالچ کے بنا بھی کام کر سکتے ہیں؟ کیا آپ اپنے کام کو انجوائے کرتے ہیں؟

اپنے ادارے کو 'کامی' بن کے دکھائیے۔ 'کام چور' اور 'مصروف' جلد ہی بے نقاب ہو جائیں گے۔ پھر ساری 'لائم لائٹ' آپ پہ ہی ہوگی۔ 'لائم لائٹ' کے پیچھے مت بھاگیے۔ 'کامی' کی طرح کام میں جُت جائیے۔ شاہ حسینؒ کا وعدہ ہے کہ 'لائم لائٹ' آپ کو خود ہی ڈھونڈ لے گی۔

زندگی اس طرح جئیں کہ جس دن 'لائم لائٹ' آپ کو ڈھونڈ لے آپ 'کام چوری' یا 'مصروفیت' کی حالت میں رنگے ہاتھوں نہ پکڑے جائیں۔ 'لائم لائٹ' اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گی کہ اس دفتر میں سب سے زیادہ ذمہ دار، باصلاحیت، ہنرمند، اور کر دکھانے والا آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

عشق جہان دے ہڈیں رچیاں او پھردے چُپ چُپاتے ھو
لُوں لُوں اندر لکھ زباناں، او رہندے گونگے باتے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

لائم لائٹ کی سائنس سے جیسے سلطان باھُوؒ پردہ ہٹا رہے ہیں اس کے بعد آپ کو کچھ اور سمجھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب آپ 'کامی' بن کے کام کی 'چِتنا' کرتے ہیں تو آپ جتنا مرضی چھپائیں آپ کا عشق منظر عام پہ آ جاتا ہے۔ سچے عشق میں مبتلا لوگ کتنے ہی گم سم، چپ چاپ رہتے ہوئے اپنے 'عشق' پہ فوکس کریں، ان کا یہ گم سم اور چپ چاپ رہنا ہی لوگوں کو ان کے عشق کے بارے میں سب کچھ بتا جاتا ہے۔

جب آپ بھی 'کامی' کی طرح، کسی کی پرواہ کیے بغیر، دوسروں سے اپنا تقابل کیے بغیر، خالصتاً عشق کے لیے سب داؤ پہ لگا دیں گے تو آپ کے عشق کی داستان دنیا بھر کو سنائی جائے گی۔

چل بلھیا چل اوتھے چلیے جتھے سارے انّے
نہ کوئی ساڈی ذات پچھانے، نہ کوئی سانوں منّے

بلھے شاہؒ: لیڈر شپ گرو

'لیول فائیو' لیڈرز کے بارے میں تو آپ نے یقیناً سنا ہوگا۔ یہ بھی 'لائم لائٹ' سے بھاگے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا عشق ایسے لیڈر بنانا ہوتا ہے جو انہی کی طرح لازوال ادارے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ان کے لائم لائٹ میں ہونے یا نہ ہونے سے ان کے اداروں کو ذرا فرق نہیں پڑتا۔

یہ خاموشی سے، 'کامی' بن کر اپنا کام کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کی خواہش ہی نہیں ہوتی کہ کوئی ان کی تعریف کرے، ان کی کامیابیوں کا اعتراف کرے یا ان کی عظمت کے قصیدے پڑھے۔

یہ تعریف اور شہرت سے بھاگتے ہیں۔ اسی لیے ان سے کہیں زیادہ کر دکھاتے ہیں جن

کی آدھی طاقت 'لائم لائٹ' اور تعریفوں کی تلاش میں بھٹک رہی ہوتی ہے۔

اور تو اور جس ادارے یا ماحول میں لوگ ان کے عشق اور کام کی وجہ سے انھیں 'استاذ مان لیں، انھیں 'لائم لائٹ' میں لے آئیں، ان کے قصیدے پڑھنے لگیں، یہ وہاں بے سکونی محسوس کرتے ہیں۔ اور کسی ایسی جگہ کا رُخ کرتے ہیں جہاں انھیں کوئی پہچاننے والا نہ ہو۔ جہاں ماضی کے کارناموں کی وجہ سے کوئی انھیں عزت و مقام پلیٹ میں رکھ کے نہ دے۔

یہ لیڈر نئی انڈسٹری میں، نئے لوگوں میں، نئی سرزمین پر، نئے رول میں، نئے چیلنج کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں اپنی صلاحیتوں پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ایسا زندگی میں پہلے بھی کئی بار کیا ہوتا ہے۔ اس لیے انھیں ناکامی کا ڈر نہیں ہوتا۔

'لائم لائٹ' سے دور نکلے ہوئے لیڈر جب اپنے عشق کی آگ سلگاتے ہیں تو ان کی دھواں دار کامیابیاں ایک بار پھر سب کو ان کا گرویدہ بنا دیتی ہیں۔ 'لائم لائٹ' کے پاس کوئی چوائس نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ ان کی کامیابی کی ایک نئی کہانی کو لائیو کوریج دے۔

اپنے قد سے بڑے نظر آنے کے خواہش مند لوگوں کو وارث شاہؒ کا ایک پیغام اور پہنچائے دیتا ہوں۔

وارث شاہ لکائیے خلق کولوں
بھاویں اپنا ای گُڑ کھائیے جی

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

'لائم لائٹ' میں خواہ مخواہ لوگوں کی نظروں میں مت آیئے۔ نظر لگ جاتی ہے۔ عزت، کامیابی اور اختیار کا جو 'گُڑ' خدا سے ملا ہے، اس تحفے کو دنیا کے ساتھ مل بانٹ کے ضرور

کھائیے۔ اس 'گُر' کو مستحق لوگوں تک ضرور پہنچائیے۔ لیکن یہ سب 'لائم لائٹ' میں آئے بغیر کیجیے۔ 'گُر' کا جو حصہ آپ کے لئے بچ جائے اسے سرعام، نمود و نمائش کے ساتھ مت کھائیے۔

'لائم لائٹ' کی نفسیات بھی عجیب ہے۔ جتنا اس کے لیے جتن کریں دُور بھاگتی ہے اور جتنا اس سے دُور بھاگیں، پیچھا کرتی ہے۔ ڈھونڈ لیتی ہے۔ لیکن صرف تب جب آپ عشق کے کام میں دنیا سے بے خبر ہوں، گم ہوں، غرق ہوں۔

ساتواں پڑاؤ

لازوال کامیابی کی بنیاد

-33-

کلاک ماسٹر

جو دم غافل سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ھو
مرن تھیں اگے مر گئے باھوؒ، تاں مطلب نوں پایا ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

کیا آپ نے کسی ایسے لیڈر کے ساتھ کام کیا ہے جس کی ساری توجہ ادارہ بنانے کی بجائے اپنی کرسی بچانے پر تھی؟

لیڈر کا کام خود کو 'بنانا نہیں' ادارہ بنانا ہے۔ جب ادارہ بن جاتا ہے تو لیڈر خود بخود 'بن' جاتا ہے۔ جو لیڈر خود کو سنوارنے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ادارہ سنور جائے گا تو لیڈر کی زندگی خود بخود سنور جائے گی۔

تصور کیجئے پوری دنیا میں آپ ہی کے پاس ایک گھڑی ہے۔ صحیح وقت جاننے کے لیے ہر کوئی آپ ہی پہ انحصار کر رہا ہے۔ آپ کو کتنا مزا آتا ہے یہ سوچ کے کہ میرے بغیر کسی کا گزارہ نہیں۔ آپ ہر بار وقت بتا کے دوسروں پہ اپنی دھاک بٹھاتے ہیں۔ ہر کوئی آپ کی قابلیت کا، ہنر کا، مہارت کا قائل ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب آپ نہیں ہوں گے سب کو وقت کون بتائے گا؟

کتنے افسوس کی بات ہوگی اگر آپ کے جاتے ہی پوری دنیا وقت جاننے کی سہولت سے محروم ہو جائے؟ ٹائم بتانے اور گھڑی بنانے کا فرق سمجھ رہے ہیں آپ؟

کتنا ہی اچھا ہوتا کہ آپ جانے سے پہلے، اپنے ہوتے ہوئے گھڑی بنا جاتے۔ ایک بڑا کلاک دیوار پہ لگا دیتے۔ کسی کو آپ کے پاس آ کے وقت پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ 'کھوٹا' لیڈر کبھی گھڑی بنانے کا نہ سوچے گا نہ ہی اسے دیوار پہ لگائے گا۔ سب کو اپنا محتاج ہی رہنے دے گا۔

دیوار پہ کلاک سجانے کے رستے میں کیا رکاوٹ ہے؟

''لوگ میرے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔''

''پھر تو انھیں میری ضرورت ہی نہیں رہے گی۔''

''میری دھاک ختم ہو جائے گی۔''

''مجھے اپنا فن دکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔''

''بہت سوں کو پتہ ہی نہیں ہوگا کہ یہ کلاک بنایا کس نے۔''

''میں اپنی اہمیت کھو دوں گا۔''

یہی وہ سوچیں، خدشے اور وسوسے ہیں جو آپ کو 'وقت بتانے والا' بنائے رکھنے کی حامی ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آپ کی انا کی تسکین وقت بتانے میں ہی ہے۔ لیکن فیصلہ آپ نے کرنا ہے آپ کے لیے آپ کی انا زیادہ اہم ہے یا ادارے کی کامیابی؟

اگر آپ کھرے لیڈر ہیں تو آپ دوسروں کو کلاک بنانا بھی سکھا دیں گے۔ ہر ہاتھ میں گھڑی باندھ دیں گے۔ خود پہ انحصار ختم کر دیں گے تا کہ آپ اور باقی لوگ ادارے کے لیے زیادہ اہم کاموں پر توجہ دے سکیں۔

وقت بتانے سے گھڑی بنانے کی سوچ میں کتنا فرق ہے؟

آپ کون سے لیڈر ہیں؟ وقت بتانے والے یا گھڑی بنانے والے؟

کلاک ماسٹر بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا؟ یقیناً آپ کے ذہن میں سوال اُبھرا ہوگا۔

سوچ میں ذرا سی تبدیلی۔ اپنے آپ سے فوکس ہٹا کے ذرا دوسروں پہ، اپنے ادارے پہ، اور اس سے وابستہ لوگوں پہ فوکس کر کے دیکھئے۔ آپ ان کے دلوں میں کیسے زندہ رہنا چاہتے ہیں؟ آپ اپنی لیڈر شپ کے بارے میں ان سے کیا سننا چاہتے ہیں؟

وقت بتانا آسان ہے، گھڑی بنانا مشکل۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر لوگ وقت بتاتے بتاتے ادارے سے یا دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ پھر کوئی وقت بتانے والا نہیں رہتا۔ آپ خود سے عہد کریں کہ جہاں بھی جائیں گے اپنی انا کے سر پہ پاؤں رکھ کے کلاک بنانا شروع کر دیں گے۔

گھڑی کیسے بنائیں؟

گھڑی بنانے سے پہلے آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ ہر کامیاب ادارے کی بنیاد تین چیزوں پہ ہے۔

1- ادارے کے بننے کا اور قائم رہنے کا مقصد کیا ہے؟ ادارہ کس چیز پہ کھڑا ہے؟ اسے کون سی چیز باقی اداروں سے ممتاز کرتی ہے؟ اگر یہ کمرشل ادارہ ہے تو کیا پیسے اور منافع کمانے سے بڑھ کے بھی اس کا کوئی مقصد ہے؟ کیا اس مقصد سے ادارے کے تمام لوگ واقف ہیں؟ کیا سب لوگ ایک مقصد پہ اکٹھے ہیں؟ کیا وہ اس مقصد کے حصول میں کوشاں ہیں؟

2- ادارے کو اگلے پانچ سے دس سال میں آپ کہاں دیکھتے ہیں؟ ادارے کے بارے میں آپ کا کیا وژن ہے۔ آپ کے کون سے خواب اس ادارے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اگر سب آپ کی توقعات کے مطابق ہو تو اس ادارے کو کامیابی کی کس بلندی پہ دیکھتے ہیں؟ آئندہ پانچ سالوں میں اس ادارے کی شکل وصورت کیسی ہوگی؟ کیا خدوخال ہوں گے؟

3- جب آپ جان لیں کہ آپ کا ادارہ کس مقصد کی خاطر کھڑا ہے اور کس طرف جانے کی ٹھان لی ہے، تو کیا یہ منزل پہ پہنچنے کے لیے کافی ہے؟ ہرگز نہیں...... آپ کو اپنے کلچر کے وہ بنیادی اصول وضع کرنے ہوں گے جن کا مقصد کی اس جستجو میں ہر صورت میں پاس رکھا جائے گا۔ کون سی اخلاقی، سماجی، پیشہ وارانہ اور آپریشنل اقدار ہوں گی جو اس سفر میں پورے ادارے کے لیے راہنمائی کا کام دیں گی۔ یہ 'ویلیوز' ادارے کے کلچر کی اساس بنتی ہیں۔ لیڈر کا کام ٹیم کے دل میں اس احساس کو پختہ کرنا ہے کہ ہمارا مقصد، منزل اور راہنما اصول آپس میں مکمل طور پہ ہم آہنگ ہیں۔

سدا بہار دئیں اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاریں تائیں ہر بھُکا پھل کھاوے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

ایک اچھے لیڈر کے دل میں اُتریں تو وہاں اپنے ادارے کے بارے میں اس کے کچھ اسی طرح کے جذبات نظر آئیں گے۔

اچھا لیڈر کرسی سے چپک کر نہیں رہتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب جانے کا وقت آنے والا ہے۔ وہ اس وقت سے پہلے ادارے کے لیے خود سے بہتر لیڈر کا انتخاب کرنے میں ادارے کی

مدد کرتا ہے۔ وہ یقین دہانی کرتا ہے کہ اس کے جانے کے بعد بھی ادارے کی بہاروں میں فرق نہیں آئے گا۔

ناخوشگوار تبدیلیوں اور ناموافق حالات کی خزاں کبھی ادارے کو چھو نہیں پائے گی۔ کھرا لیڈر پیشگی اس بات کا اطمینان کرتا ہے کہ آنے والے سالوں میں ادارہ پھلتا پھولتا رہے۔ ادارے کا فیض معاشرے کے لیے جاری و ساری رہے۔ لوگوں کا رزق اس ادارے سے جڑا رہے۔ ادارے سے رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد بھی لیڈر اس ادارے کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ اسے آگے بڑھتے دیکھنا اس کی آرزو رہتی ہے۔ وہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اس ادارے کے لوگ خوش رہیں، ترقی کریں اور معاشرے میں اپنا حصہ ڈالتے رہیں۔

-34-

لازوال ادارے

لوڑے داکھ باجوڑیاں ککر بیجے جٹ
ہنڈے اُون کتائے دا، پیدا لوڑے پٹ

باباؒفریدؒ: مینجمنٹ گرو

اداروں کی بنیاد رکھنا تو کوئی کسان سے سیکھے۔

بطور لیڈر آپ جس قسم کا ادارہ، گھر، ڈیپارٹمنٹ، سکول یا انسٹی ٹیوٹ تعمیر کرنا چاہتے ہیں اس میں وہی اصول لاگو ہوں گے جو کسان کی فصل پہ لاگو ہوتے ہیں۔

اگر آپ ایک کسٹمر فوکس پہ مبنی ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے لوگوں کو کسٹمر کی عزت کرنا نہیں سکھاتے، انھیں کسٹمر کے مسائل حل کرنے کی اتھارٹی نہیں دیتے یا ان میں کسٹمر کی

خدمت کا شوق نہیں اُبھارتے تو آپ کا ادارہ آپ کی توقعات کے بالکل برعکس تعمیر ہوگا۔

بابا فریدؒ آپ کے سامنے ایک ایسے جٹ کی مثال دے رہے ہیں جس کو باجوڑ کے انگور چاہئیں لیکن وہ کیکر کا بیج بو رہا ہے۔ کیا کیکر کے درخت پر انگور اُگنے کا کوئی امکان ہے؟

اگر کسان کو ریشم چاہیے اور وہ اون کات رہا ہو تو اس کی ہوش مندی پہ کیا کہا جائے۔

لیڈرز کو جاننا چاہیے کہ ان کے ذہن میں کس قسم کے ادارے کی تعمیر کا تصور ہے اور وہ اپنے روزمرہ کے ایکشن اور فیصلوں سے کس قسم کے کلچر، اصولوں اور عادتوں کو رواج دے رہے ہیں۔ ایسے ادارے کھڑے کرنے کے لیے جو لیڈر کے لائف ٹائم کے بعد بھی اپنے مقصد پہ کامیابی سے گامزن رہیں، لیڈر کو احتیاط کے ساتھ وہی بیج بونے چاہئیں جنھیں کاٹنے میں خود انھیں اور آنے والی نسلوں کو خوشی محسوس ہو۔

اس نظریے کو وارث شاہؒ بھی سپورٹ کرتے ہیں:

جیہڑا بیجئے وارثا وڈھ لئے
حرف وچ قرآن دے آیا اے

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

اپنی ٹیم اور کمپنی کو کامیابی کی مضبوط بنیاد فراہم کیجیے۔ جو لیڈر لازوال اصولوں کو کامیابی کی بنیاد بناتے ہیں ان کی کامیابی بھی لازوال ہوتی ہے۔ لیکن جن لیڈرز کی نظر وقتی فائدوں پہ ہو ان کی کامیابی بھی وقتی ہوتی ہے۔ حالات کی تبدیلی کا ایک جھٹکا ان کی کامیابی کو چکنا چور کر دیتا ہے۔ اگر آپ کے ادارے یا ٹیم کی بنیاد مضبوط نہیں تو آپ کی مثال کچھ ایسی ہی ہے۔

کندھی اُتے رُکھڑا کِچرک بنھے دھیر
کچے بھانڈے رکھیے کِچر تائیں نیر

باباافریدؒ: مینجمنٹ گرو

تندوتیز ندی کے کنارے اُگا ہوا نازک سا درخت پانی کے تھپیڑے کب تک کھائے گا۔ جلد ہی پانی کا کٹاؤ اس درخت کی جڑیں اُکھاڑ پھینکے گا۔ جیسے کچی مٹی کا برتن زیادہ دیر تک پانی میں پڑا رہنے کے بعد ''کُھر'' جاتا ہے۔ اس کی شکل وصورت ختم ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح جن اداروں کے لیڈر صحیح اقدار کے اوپر ادارے کو قائم نہیں کرتے، لوگوں کے دلوں میں ادارے کے وژن اور مقصد کو نہیں اُتارتے، کچھ ہی عرصے میں ان اداروں کی شکلیں پہچانی ہی نہیں جاتیں۔ البتہ وہ ناکام ادارے اپنے لیڈر کی پہچان ضرور بن جاتے ہیں۔

ایک ہی وقت میں، ایک ہی انڈسٹری میں قائم ہونے والے کچھ ادارے چند سال بھی زندہ نہیں رہ پاتے جبکہ انھی حالات اور مشکلات کے باوجود کچھ ادارے سال ہا سال قائم رہتے ہیں اور سو دو سو سال کے بعد بھی نہ صرف ترقی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں بلکہ اپنے شعبے میں ٹاپ پہ پہنچ جاتے ہیں۔

باباافریدؒ صحیح کہتے ہیں:

جن لوئن جگ موہیا سے لوئن میں ڈٹھ
کجل ریکھ نہ سہندیاں سے پنکھی سوئے بہیٹھ

باباافریدؒ: مینجمنٹ گرو

وہ آنکھیں جو ساری دنیا کو اپنا دیوانہ بنالیتی ہیں کبھی وہ وقت بھی آتا ہے کہ کاجل کی جگہ

انھی آنکھوں میں پرندے اپنے گھونسلے بنالیتے ہیں اور وہیں سوئے نظر آتیں ہیں۔

بالکل اسی طرح کئی ادارے جو اپنے کسٹمرز کی آنکھوں کا تارا ہوتے ہیں، لیڈرز کی کھوکھلی بنیادوں کے باعث ایسے صفحۂ ہستی سے مِٹ جاتے ہیں جیسے کبھی وہ تھے ہی نہیں۔

کو کیندیاں، چا کیند یاں، متیں دیندیاں رُت
جو شیطان ونجایا سے رَکت پھرے چت

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

ان اداروں کی ناکامی کی داستانیں دوسروں کو چیخ چیخ کے بتا رہی ہیں کہ کن رویوں، عادتوں اور اقدار کو ترک کر کے ان کی طرح ناکامی کے گہرے کنویں میں گرنے سے بچ سکتے ہیں۔ لیکن کھوٹے لیڈرز ان کی نصیحت کو ذرا توجہ نہیں دیتے۔ وہ جب تک ناکامی کے اس گھڑے میں خود نہیں جا گرتے انھیں سکون نہیں آتا، تاہم وہ اکیلے تھوڑی گرتے ہیں۔ اپنے ساتھ کتنے لوگوں، ملازمین، کسٹمرز اور شیئرہولڈرز کو بھی لے جاتے ہیں۔

لوگ اپنے اداروں اور خود اپنے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ جانتے بوجھتے وہ اپنے ادارے کو تباہی کے دہانے سے بچاتے کیوں نہیں؟

-35-

چینج مینجمنٹ

رُت پھری وَن کنبیا، پت جھڑیں جھڑ پائیں
چارے کنڈاں ڈھونڈیا، رہن کتھاؤ نا ہیں

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

بزنس آج وہ نہیں رہا جو کچھ سال پہلے ہوتا تھا۔ دنیا سے معاشی سکون رخصت ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ بزنس کی فضا میں جتنی بے یقینی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہر لمحے اداروں کو مارکیٹ کے حساب سے ایڈجسٹ کرنا پڑتا ہے۔ ایک وقت میں ادارے کئی تبدیلیوں کی زد میں ہیں۔ ٹیکنالوجی کی تیز رفتار تبدیلی خاص طور پر کمپنیوں کو سرپٹ بھاگنے اور ساتھ ہی ساتھ بہت کچھ بدلنے پہ مجبور کر رہی ہے۔ بزنس کی دنیا کی اس طغیانی کا مقابلہ کرنے کے لیے لیڈرز کو ہر لمحے تیار

رہنے کی ضرورت ہے۔

کاروباری ادارے ہوں یا سماجی ادارے، خاندان ہوں یا کھیل کی ٹیمیں، ہر طرف تبدیلیوں سے نبھاہ کی پیش بندی ہو رہی ہوتی ہے۔ بابا فریدؒ تبدیلیوں کی اس فضا میں آپ کو کچھ یوں مشورہ دیتے ہیں۔

لیڈر جتنی جلدی اس بات کو سمجھ جائیں کہ تبدیلی آ چکی ہے۔ اور تبدیلی کے ساتھ خود کو بدلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، یہ ادارے اور خود ان کے لیے اتنا ہی اچھا ہے۔ اردگرد پھیلی اس افراتفری میں جس طرف نظر اُٹھائیں کہیں سکون نہیں ہے۔ لیڈر شپ کا کمال دیکھنا ہو تو لیڈر کو تبدیلی سے نبھاہ کرتا ہوا دیکھیں۔ کیونکہ افراتفری کے اس عالم میں اپنے ادارے، کسٹمرز اور لوگوں کے بہترین مفاد کو مدِنظر رکھتے ہوئے رستہ بنانا ہی لیڈر شپ ہے۔

اگر لیڈر صورت حال کی سنگینی کو نہیں سمجھے گا اور لوگوں میں ایمرجنسی کا احساس جگا کر انھیں تبدیلی کے ساتھ بدلنے کے لیے تیار نہیں کرے گا تو ادارہ ختم ہو جائے گا اور ساتھ ہی لیڈر کی لیڈر شپ بھی۔ بطور لیڈر آپ کو سمجھنا چاہیے کہ ماضی کی کامیابیوں کا راگ الاپنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ نئے عہد کے نئے تقاضوں کے ساتھ قدم اُٹھانا ہی نئی کامیابیوں کی راہ ہموار کرے گا۔ وگرنہ وارث شاہؒ تنبیہہ کر رہے ہیں۔

وارث شاہ ایس خاب سراں اندر
کئی واجڑے گئے وجا میاں

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

بڑے بڑے لیڈر اور ادارے جو مارکیٹ پہ راج کر رہے تھے اور کوئی ان کے میوزک کے سامنے کسی کا میوزک نہیں سنتا تھا، ان کے باجوں کا شور کب کا گم ہو گیا........انھوں نے

زمانے کی لے کو نہیں سمجھا اور پھر زمانے نے ان کی لے کو بھلا دیا۔ کتنی ہی کمپنیاں اور ادارے ہیں جو ایک وقت اس دنیا پہ راج کر رہے تھے اور آج ان کا نام ونشان نہیں ہے۔

عاشق بھور ، فقیر تے ناگ کالے
بناں منتروں مول نہ کیلیئے جی

وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

وارث شاہؒ ایک بار پھر وارننگ دے رہے ہیں کہ جب تک آپ کے پاس مکمل بیک گراؤنڈ، معلومات اور 'ٹول کٹ' نہ ہو، چینج مینجمنٹ کے سفر پہ مت نکلیں۔ دنیا میں 85 فی صد چینج مینجمنٹ کے پروگرام ناکام ہو جاتے ہیں۔ محض اس لیے کہ یہ پروگرام موزوں وقت اور تیاری کا جائزہ لیے بغیر شروع کر دیے جاتے ہیں۔

عاشق کو وہی ہینڈل کر سکتا ہے جو عشق کے مرحلوں سے خود گزر رہا ہو۔ بھنور سے کشتی وہی نکال سکتا ہے، جس نے کشتی یا تو خود نکالی ہو یا نکلتی دیکھی ہو۔ جسے بھنور کے مزاج کی خبر نہیں، وہ تو خود بھی بھنور کی نظر ہو جائے گا۔

کالے ناگ کے سامنے بین بجانے کی جرأت اس کو زیب دیتی ہے جسے بین پہ مکمل عبور ہو۔ جو سانپ کی فطرت کو سمجھتا ہو۔ جو اس کی زبان میں اس سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ کوئی ناسمجھ شوقیا بین بجائے گا تو خود سانپ کا شکار ہو جائے گا۔

چینج مینجمنٹ کا ناگ بڑے بڑے لیڈرز کے کیریئر کھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے کنسلٹنٹ اس کی پھنکار کے سامنے چپ سادھ لیتے ہیں۔

اپنے ادارے یا ڈیپارٹمنٹ میں تبدیلی کی راہ ہموار کرتے وقت چند باتوں کا خیال رکھیے۔

پہلی بات:

منزل:

آپ اپنی ٹیم کو کہاں، کس منزل پہ لے جانا چاہتے ہیں؟

آپ کی ٹیم کا مقصد کیا ہے؟

اگلے پانچ سال میں آپ اپنے ادارے یا کاروبار کو کہاں دیکھتے ہیں؟ اگر یہی سوال آپ اپنی ٹیم سے پوچھیں، تو کتنے لوگوں کا جواب وہی ہوگا جو آپ کے ذہن میں ہے؟

آپ اپنی ٹیم کے روزمرہ کے رویوں اور ایکشن میں کون سی اقدار کا عکس دیکھنا چاہتے ہیں؟

آپ کے پاس اپنا وژن، ٹیم کے دلوں میں اُتارنے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

دوسری بات:

ربط:

آپ کی ٹیم کی دل و جان سے شرکت کے بغیر آپ اپنا وژن پورا نہیں کر سکتے۔

اپنی ٹیم کے لیے صحیح لوگوں کی تلاش میں آپ کتنا وقت لگاتے ہیں؟

کیا آپ نے طے کر لیا ہے کہ آپ کی ٹیم کو جوائن کرنے کے لیے لوگوں میں کیا دو یا تین اہم صلاحیتیں ہونی چاہیئیں؟

آپ اپنی موجودہ ٹیم کو پُرجوش اور اِنوالو رکھنے کے لیے اس وقت کیا کر رہے ہیں؟

اپنے لوگوں کے دل اور دماغ کا پورا فائدہ اُٹھانے کے لیے آپ کے پاس کیا پلان ہے؟

اپنے لوگوں کی مہارت میں اضافے کے لیے آپ کیا کرنے والے ہیں؟

-36-

مارکیٹ کی نفسیات

جے کر منتر کیل دا نہ آوے
ایویں سُتڑے ناگ نہ چھیڑیے نی

وارث شاہؒ: لائف سٹریجسٹ

آپ ایک نیا بزنس شروع کرنا چاہتے ہیں یا ایک نیا ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک آپ کی پلاننگ مکمل نہیں 'شور شرابے' سے پرہیز کیجئے۔ بغیر تیاری کے مارکیٹ میں 'بگ بینگ' کرنا 'آبیل مجھے مار' کے مترادف ہے۔ بغیر تیاری کے دشمن کو للکارنا بہادری نہیں بے وقوفی ہے۔ بلکہ سچ پوچھیں تو خودکشی ہے۔

کوئی بھی نئی پراڈکٹ متعارف کروانے سے پہلے یا نئی بزنس ڈویژن لانچ کرنے سے

پہلے اگر آپ نے 'پوری تیاری' نہیں کی تو نیا پراڈکٹ اور نئی ڈویژن آپ کے گلے پڑ جائیں گے۔ آپ کی حریف کمپنیاں لمحے میں آپ کی خامیاں بھانپ لیں گی اور اپنی سٹریٹجی سے آپ کو اُڑا کے رکھ دیں گی۔

مارکیٹ میں ہر طرف بڑے بڑے ناگ پھن پھیلائے کھڑے ہیں۔ آپ بغیر سوچے سمجھے اگر سوئے ناگوں کو اپنے ہنگاموں سے جگانے کی کوشش کریں تو آپ کی خیر نہیں۔ اگر یہ ناگ اُٹھ گئے تو آپ کے لیے انھیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ ان ناگوں کے بیچ جانے کا مزا تب آئے گا جب آپ کے پاس ہر ناگ کو چپ کرانے کا منتر ہو۔

بغیر 'منتر' ناگوں کو جگانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

زندگی کے ہر شعبے پہ یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ پہلے 'منتر' سیکھنا، اس پہ مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ناگوں کو مقابلے کی دعوت دینے کا حق بنتا ہے۔ ناگوں کو زیر کرنے والے منتر پہ مہارت کوئی آسان کام نہیں۔

یہ منتر سیکھنے کے لیے آپ کو وقت لگانا پڑے گا۔ مارکیٹ میں نکلنا پڑے گا۔ جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے گی۔ تب جا کے آپ خطرناک ناگوں کے علاقے میں قدم جما سکیں گے۔

تو پھر اپنے مقابلے کے ناگوں کو رام کرنے کے لیے آپ کو کون سے منتر سیکھنے پڑیں گے؟

ہنس اُڈر کودھرے پیا لوک وڈارن جاء
گیلا لوگ نہ جاندا، ہنس نہ کودھرا کھاء

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

بزنس کی دنیا میں کامیابی کے لیے یہ علم بھی ضروری ہے کہ کون آپ کا حریف ہے اور

کون نہیں؟ یہ پہچان ہوگی تو آپ اپنی توانائیاں صحیح سمت میں خرچ کر سکیں گے۔ اس بات کا درست تجزیہ، کہ کہاں سے آپ کو خطرہ ہے، آپ کی زندگی سے ایمرجنسی کو کم کرے گا۔ آپ نسبتاً پرسکون رہیں گے اور خطرے کی جعلی گھنٹیوں سے پریشان نہیں ہوں گے۔

کودھرے کی فصل پر ہنسوں کا ایک جھنڈ آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ فصل کے مالکان بھاگم بھاگ ان کو اُڑانے پہنچ گئے۔ ایک آدھ گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ ہنسوں کو کھیت سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے۔ انھیں پریشان حال دیکھ کر کسی بزرگ نے انھیں بتایا کہ اتنے ہلکان ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہنس کودھرے کی فصل نہیں کھاتا۔

اگر لاعلم لوگوں کو یہ پہلے پتہ چل جاتا تو وہ اتنی تگ و دو نہ کرتے، پورے گاؤں میں ایمرجنسی نافذ نہ کرتے۔ کیونکہ انھیں پتہ ہوتا کہ ہنس بے چارے تو ہماری فصلوں کے لیے بے ضرر ہیں۔

تو سبق کیا ہے؟ اپنے ادارے کی طرف بڑھتے تمام قدموں کو پہچانیں۔ تحقیق کر کے جانیں کہ کس چیز سے آپ کو سچ میں خطرہ ہے۔ معلوم کریں کہ جس صورت حال سے آلارم بجا ہے اس میں آپ کا رسپانس کیا ہونا چاہیے؟ حقائق کو تنقیدی نگاہوں سے دیکھیں۔ جو کچھ آپ کے سامنے ہو اس پہ سوال اُٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو آپ کی معلومات غلط ہو۔ آپ سکون سے بیٹھے رہیں اور جن پرندوں کو آپ بے ضرر سمجھتے رہیں، وہ آپ کی فصل تباہ و برباد کر دیں۔

-37-

کسٹمر سروس

دردمنداں دے سخن محمد دیہن گواھی حالوں
جس پلے پھل بدھے ہوون، آوے باس رومالوں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

جب لیڈرز اپنے حصے کا کام کرتے ہیں، ادارے کو ایک مشن اور وژن کے ساتھ چلاتے ہیں تو ادارے کے ہر فرد کی آنکھوں میں مشن کی سچائی، وژن کے پورا ہونے کا یقین جھلکتا ہے۔

ہر کسٹمر جب ادارے کی سروس کا معیار دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے۔ آپ کی کمپنی کا خوشگوار تجربہ ایک خوشبو کی طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

جس طرح پھول سے الگ ہونے کے بعد ایک عرصہ تک رومال سے پھولوں کی خوشبو

آتی رہتی ہے بالکل اسی طرح ایک کسٹمر فوکسڈ کمپنی کا ہر فرد کسٹمر پہ کچھ ایسا مثبت اثر چھوڑتا ہے کہ کئی دنوں تک اس کے شاندار رویے اور اچھی ڈیلنگ کی خوشبو اسے معطر کرتی رہتی ہے۔ کسٹمر خوشی خوشی اپنے دوستوں کو، جاننے والوں کو آپ کی کمپنی کی 'خوشبو' کے بارے میں بتاتا ہے۔ وہ کسٹمر آپ کے ادارے کا نمائندہ بن جاتا ہے اور اگر کوئی آپ کے ادارے کے خلاف بات کرے تو وہ آپ کا وکیل بن کر ادارے کا دفاع کرتا ہے۔

یہ سب اس کوشش کا نتیجہ ہے جو بطور لیڈر آپ اپنے لوگوں کو ادارے کا مشن اور خواب سمجھانے میں وقف کرتے ہیں۔ کسٹمر تک یہ خوشبو تبھی پہنچتی ہے جب وہ آپ سے آپ کی ٹیم تک پہنچے۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ ٹیم کو بدبو تحفے میں دیں اور وہ آگے کسٹمر کو خوشبو پہنچاتے رہیں۔

بڑی مارکیٹنگ کمپنی، ٹی وی کے اشتہار اور بل بورڈز دیکھ کر اگر کوئی آپ کے ادارے سے بڑی توقعات لے کے آن بھی پہنچے تو لوگوں کو آپ سے ملنے والی بدبو ایسا متنفر کرتی ہے کہ دو لمحے آپ کے ادارے میں گزارنے سے گھبراتے ہیں۔ وہ ایک سیکنڈ میں ادارے سے تعلق توڑ دیتے ہیں۔ آپ کے لوگوں کے 'حسنِ سلوک' کی وہ بھیانک یادیں اسے اتنا تنگ کرتی ہیں کہ وہ کبھی واپس آنے کا سوچتا تک نہیں۔ یہی شخص آپ کے ادارے کی ''بدبو'' کی کہانی ہر جگہ سنانا اپنا فرض سمجھنے لگتا ہے اور اگر کوئی آپ کی حمایت میں بولے تو اس سے اُلجھ پڑتا ہے۔

کلر کیری چھپڑی، آء اُلتھے ہنجھ
چنجو بوڑن نہ پیویں، اڈن سندی ڈنجھ

باباؒ فریدؒ: مینجمنٹ گرو

پیاس کے مارے ہوئے پرندے کلرزدہ زمین پہ موجود ایک چھپڑی دیکھ کر اپنی پیاس بجھانے اُترتے ہیں۔ پیاس سے اُن کے حلق خشک ہوتے ہیں۔ وہ بڑی آس لگا کے پانی پینے کی

نیت سے آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن چھپڑی کی گندگی اور بدبودار پانی میں چونچ ڈبوتے ہی وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انھوں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ وہ ایک گھونٹ حلق سے اُتارے بغیر فوراً واپس اُڑنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ چھپڑی انھیں بڑا روکتی ہے لیکن وہ پلٹنے کا سوچنے کو بھی تیار نہیں۔ وہ سب آپس میں اسی وقت فیصلہ کرتے ہیں کہ اس 'نام نہاد' تالاب پر دوبارہ کبھی نہیں اُتریں گے۔

وہ یہ بھی طے کرتے ہیں کہ اپنے دوستوں، فیملی کے لوگوں اور آنے والی نسل کو بھی یہ نصیحت کریں گے کہ کبھی بھول کر بھی اس چھپڑی پر پانی پینے نہ جانا۔

آٹھواں پڑاؤ

جگ تے رئے کہانی

-38-

پریم کا دھاگہ

سُرت دی سُوئی پریم دے دھاگے، پیوند لگے ست سنگے
کہے حُسین فقیر سائیں دا ، تخت نہ ملدا منگے

شاہ حُسینؒ: سکسیس کوچ

دنیا کے ہر شعبے میں کوئی ایک شخص ضرور ہے جو بالکل ٹاپ پہ بیٹھا ہے۔ بے شمار لوگ اُسے نیچے سے دیکھتے ہیں۔ اُس کی زندگی پہ رشک کرتے ہیں۔ اُس کی طرح بننا بھی چاہتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں کرنا چاہتے، جو کر کے وہ شخص اس ٹاپ مقام تک پہنچ گیا۔

فارمولا ون کار ریس ہو یا ٹینس، لٹریچر ہو یا سائنس، شطرنج کا میدان ہو یا ہاکی کا، بات گھر ڈیزائن کرنے کی ہو یا فلمیں بنانے کی، مقابلہ پہاڑ سر کرنے کا ہو یا گالف کھیلنے کا، سائنس کی

دوسو سے زائد قسمیں ہوں یا لٹریچر کے درجنوں زاویے۔ ہر شعبے میں چوٹی پر پہلے ہی سے کوئی نہ کوئی براجمان ہے۔ آپ خبریں پڑھتے ہیں یا پولو کھیلتے ہیں، گانا گاتے ہیں یا کاریں ڈیزائن کرتے ہیں، ماسٹر شیف ہیں یا بالوں کے سٹائل بناتے ہیں۔ آپ کچھ بھی ہوں، کوئی ہے جو بہت اوپر آپ کی فیلڈ میں سب سے اونچی سیڑھی پر بیٹھا ہے۔ اس کی کامیابیاں، اس کا کام، اس کا لائف سٹائل، اس کی آمدنی آپ کو بہت انسپائر کرتی ہوگی۔

لیکن ان میں بہت سارے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو کبھی اس سیڑھی کے سب سے نچلے زینے پر تھے، اسی چوٹی کے بیس کیمپ تک بمشکل پہنچ پائے تھے۔

کیا آج یہ لوگ چوٹی پہ اس لیے پہنچ گئے کہ انھوں نے نیچے بیٹھے بڑی التجائیں کیں؟ احتجاجی مظاہرے کیے؟ منتیں کیں؟ یا کسی سے اوپر جانے کی بھیک مانگی؟

ہرگز نہیں۔

کسی بھی فیلڈ میں، کسی کو بھی، تخت محض مانگنے سے نہیں مل جاتا۔ مس ورلڈ سے لے کر پبلک سپیکنگ کے ورلڈ چیمپیئن تک کسی نے بھی بھیک میں اپنا یہ اعزاز نہیں پایا۔

ہر چیمپیئن نے، جس مقام پر آج وہ ہے اس کی، قیمت چکائی ہے، قربانیاں دی ہیں۔ چند سیکنڈ کی پرفارمنس کے لیے سالوں ریاضتیں کی ہیں، چوٹیں کھائی ہیں، ناکامیاں دیکھی ہیں، ہسپتالوں میں اپنی تکلیف دہ ریکوری کا انتظار کیا ہے۔ دکھ جھیلے ہیں، اپنی انا کو کچلا ہے۔ اپنی حدوں کو ہر روز چیلنج کیا ہے...... کھل کے کھیلا ہے تب جا کے انھیں اس اعزاز سے نوازا گیا۔

وہ بھی ہمیشہ کے لیے نہیں...... ان میں سے زیادہ تر کو ہر سال ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ابھی بھی چیمپیئن بننے اور رہنے کے لائق ہیں۔ کچھ کو سال میں کئی بار، اور کئیوں کو ہر روز لاکھوں کروڑوں لوگوں کے سامنے دن میں کئی بار اپنے چیمپیئن ہونے کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔

قیمت کیا ہے چیمپیئن بننے کی؟ کیا لوازمات چاہئیں؟

بہت سارے۔

لیکن شاہ حسینؒ یہاں پر اپنی تخت تھیوری میں تین بنیادی صفات کا ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی صفت:

سُرت دی سُوئی:

آنکھیں کھلی رکھیں۔ اپنے آس پاس کے بدلتے حالات پر گہری نظر رکھیں۔ کھیل کے قاعدے ضابطے، ٹیکنالوجی کا استعمال، دوسرے کھلاڑیوں کا سکور، سپانسر کی بدلتی توقعات، سلیکشن کمیٹی کا معیار، ہر چیز پہ چیمپئین کی گہری نظر ہوتی ہے۔

چیمپئین حقائق کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہ سے اپنے شعبے کی کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے شعبے کا سب زیادہ باخبر انسان ہوتا ہے۔ اسے کبھی کوئی چیز سرپرائز نہیں کرتی۔

دوسری صفت:

پریم کے دھاگے:

چیمپئین جس رسی سے لٹک کر بلندی کی چوٹی پر پہنچتا ہے وہ رسی عشق کے دھاگوں سے بندھی ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ رسی اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ عاشق سال ہا سال اس رسی کے ساتھ لٹکا رہتا ہے۔

ناکامیاں، مایوسیاں، اس کا کچھ نہیں بگاڑتیں۔ ہر سال اس کی توقعات کرچیاں بن کر ٹوٹتی ہیں لیکن پریم کے دھاگوں سے بنی رسی میں وہ ان سارے ٹوٹے خوابوں کو پرو کر چیمپئین شپ کی طرف سفر دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔ اس کا اپنے کام سے عشق اسے رُکنے نہیں دیتا۔ اس کے حوصلوں کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔

پریم کے دھاگوں کی طاقت سے وہ اپنے ہر کام کو شوق سے کرتا ہے۔ اس کے لیے

مجبوری کا لفظ بنا ہی نہیں۔ وہ ہر قدم خوشی سے اُٹھاتا ہے۔ پریم کے دھاگوں سے سینچی اس کی ہر کوشش بالآخر اسے کامیابی دلاتی ہے۔

تیسری صفت:

درد سے دوستی:

چیمپئین کو تکلیفیں بری نہیں لگتیں۔ اس کی انا اسے ان پیوندوں سے بیزار نہیں کر پاتی جو محبت کے دھاگوں اور شعور کی سوئی سے اس نے خود سینچے ہوتے ہیں۔

وہ جانتا ہے کہ یہ سارے پیوند منزل پر پہنچنے کی قیمت ہیں۔ اس کا ہر پیوند اسے آگے بڑھنے کی طاقت، نئی اُمنگ دیتا ہے۔ اسے خوب احساس ہے کہ پیوند کامیابی کے عمل کا لازمی جز ہیں۔ وہ پیوندوں والی یہ پوشاک پہنے کامیابی کے تخت کی طرف ثابت قدمی سے بڑھتا رہتا ہے۔

اس زندگی کا حتمی مقصد اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ کامیاب زندگی کی یہی ایک کسوٹی ہے۔ جونہی چیمپئین اپنی سمت طے کر لیتا ہے تو ہر سوچ اور ہر عمل اسی رُخ بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ جبکہ چیمپئین شپ کے کھیل سے دور ہم سب جانتے بوجھتے اپنی سوچوں اور اعمال کا رُخ اس کی سمت موڑ نہیں پاتے۔

جب خدا کی رضا ہی ہدف ہے تو پھر اسے پانے کے لیے جو کچھ بن پڑے کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ سچا چیمپئین اس بات کو سمجھتا ہے کہ اگر زندگی چاہئے تو 'اس' مقصد میں خود کو فنا کرنا پڑے گا۔

پھر ایک دن آتا ہے جب اس کی پیوندوں والی پوشاک کو نظر انداز کر کے صراف کی ماہرانہ نگاہیں اس کی 'سُرت کی سوئی' اور 'پریم کے دھاگوں' کو پہچان جاتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ پوشاک تو اک لمحے میں نئی پہنی جاسکتی ہے لیکن سُرت اور پریم کے یہ گن ڈھونڈے نہیں ملتے۔ محنتیں رنگ لے آتی ہیں۔ دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ بغیر کسی کا احسان لئے چیمپئین

تخت پہ قدم جمالیتا ہے۔دوسروں کے لئے مثال بن جاتا ہے۔

سائیں کارن جوگن ہوواں ، کرے جو کجھ سرے
کہے حُسین حیاتی لوڑیں، جیوندیاں ہی مرے
شاہ حُسینؒ: سکسیس کوچ

چیمپئین کی خاص بات یہ ہے کہ تخت کا گولڈ میڈل جیتنے کے بعد بھی وہ اپنے پیوند کسی سے چھپاتا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں کم تری کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ پیونداس کی عزت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ کریں گے۔

یہ پیوندان بہت ساروں کے لئے انسپائریشن بن جاتے ہیں جو کامیابی کی چوٹی کے بیس کیمپ پر اپنی سُرت کی سوئی میں پریم کا دھاگہ پرونے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

-39-

کُھل کے کھیلو

بھٹ پئی تیری چِٹّی چادر، چنگی فقیراں لوئی
درگا وچ سہاگن سوئی ، جو کُھل نچ کھلوئی

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

سٹیج کھیل کے لیے سجا ہو یا بزنس کے لیے، جس نے بے خوف کارکردگی دکھائی جیت اسی کی ہوگی۔

میرے کوچ عارف انیس نے کئی سال پہلے مجھے سمجھایا تھا کہ باکسنگ کے رنگ میں جیتتا وہ ہے جو اپنی طاقت کا آخری قطرہ تک داؤ پہ لگا دیتا ہے۔ ہارنے والا تھوڑی سی طاقت بچا لیتا ہے۔ یہی ایک ہارنے والے اور چمپئین کھلاڑی میں فرق ہے۔

شاہ حسینؒ کے اس فلسفے نے عارف انیس کی بات کو میرے دل میں اور بھی پختہ کر دیا۔

''کُھل کے کارکردگی دکھاؤ گے تو گولڈ میڈل اُٹھاؤ گے''

کُھل کے کھیلنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

سب سے بڑی رکاوٹ تو ڈر ہے۔ یہی ڈر تو ہمیں کُھل کے 'ناچنے' نہیں دیتا۔ ہم جھجک جاتے ہیں۔ مرعوب ہو جاتے ہیں۔ سہمے سہمے رہتے ہیں۔ دوسروں سے موازنہ کر کے خود کو نیچا دکھاتے ہیں۔ اپنی کمر میں خود ہی چُھرا گھسیڑ دیتے ہیں۔

اپنے رنگ کُھل کے نہ دکھانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم خود کو گولڈ میڈل کے لائق ہی نہیں سمجھتے۔ اسی لیے ہم اپنے وسائل کا پورا استعمال نہیں کرتے۔

ہم سٹیج پہ ہوتے تو ہیں لیکن سٹیج کو اپنا نہیں مانتے۔ پوری طرح سٹیج پر موجود ہی نہیں ہوتے۔

جیتنے کے لیے اکثر ہمیں وہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس سے پہلے کبھی ہم نے کیا نہیں ہوتا۔ ہمارا 'اونچی چادر' والا خول ہمیں کئی ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جو جیت کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

چمپئین جیت کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔

اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ مارکیٹ کیا کہے گی۔ حریف اس کے ایکشن کو کس طرح دیکھیں گے۔ وہ بس یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے 'اونچی چادر' اُتار کے 'لوئی' پہننے سے کوئی اخلاقی یا ذاتی اصول پامال نہیں ہو رہا ہوگا۔

جب آپ خوف و خدشات کی چادر اُتار کے، کر گزرنے والے، بے خوف انسان والی 'لوئی' پہن لیتے ہیں تو آپ کو کُھل کے کھیلنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

شاہ حسینؒ کا وعدہ ہے کہ گولڈ میڈل چاہے کاروباری دنیا کا ہو یا ادبی دنیا کا، سائنس کا ہو یا فنونِ لطیفہ کا، ایکٹنگ کا ہو یا ٹاک شو کا، پینٹنگ کا ہو یا فوٹوگرافی کا، خدمتِ خلق کا ہو یا تعلیم کا،

یہ گولڈ میڈل اس کو ملے گا جو کُھل کے کھیلے گا۔

جو خطرناک پچ پہ، ٹاپ ٹیم کے خلاف، بہترین بولروں کا سامنا کرتے ہوئے، مخالف ٹیم کی ہوم گراؤنڈ میں، جانبدار ایمپائرز کی موجودگی میں، کراؤڈ کی سپورٹ کے بغیر، ناموافق حالات میں سینچری کر کے ٹیم کو جتوائے، اسی کو چمپئین کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی کُھل کے کھیلنے کے شاہ حسینؒ کے پیغام کی ایک چلتی پھرتی مثال ہے۔

آپ کُھل کے کب کھیلنا شروع کریں گے؟

گُھٹ گُھٹ کے کھیلنا اور ڈر ڈر کے جینا کب چھوڑیں گے؟

-40-

آپ کس کی ٹیم میں ہیں؟

لوک ایانے متیں دیون، عاشقاں مت ناں بھاوے ھو
مڑن مہال تنہا دا باھو، جنھاں صاحب آپ بلاوے ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

شہزادی خاموشی سے محل سے نکلی۔ رات کی تاریکی تھی۔ اس نے حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ کسی کے شہزادی کو پہچان جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

لیکن وزیر ٹوہ میں تھا۔ اسے شک تھا کہ شہزادی ہر رات چپکے سے دو چار گھنٹے کے لیے غائب ہو جاتی ہے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر چکر کیا ہے؟ لہٰذا وہ شہزادی کا پیچھا کرنے لگا۔

شہزادی شہر سے باہر دُور ویرانے میں ایک مکان میں پہنچی۔

یہ وہ جگہ تھی جہاں کوڑھ کے مرض میں مبتلا لوگ رہائش پزیر تھے۔ انھیں اچھوت سمجھ کر شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ کوئی ان کا پُرسانِ حال نہیں تھا۔

شہزادی نے ایک ایک کر کے سب کے زخموں کو اپنے ہاتھوں سے دھویا۔ ان سب کی مرہم پٹی کی۔ ان کو دلاسا دیا۔ انھیں گلے لگایا۔ ان کے آنسو پونچھے۔

اس کے بعد شہزادی نے سب کے لیے کھانا تیار کیا۔ اپنے ہاتھوں سے سب کو کھلایا۔

وزیر چھپ کے ذرا فاصلے سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا۔ شہزادی نے سب سے الوداعی ملاقات کی۔ کل دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ ان سب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ سب شہزادی کی اس نیک دلی پر اس کے شکرگزار تھے۔ شہزادی نے بھیگی آنکھوں سے سب سے اجازت لی۔

شہزادی جیسے ہی باہر نکلی سامنے وزیر کھڑا ہوا تھا۔

وزیر مودبانہ لہجے میں بولا ''شہزادی صاحبہ آپ کو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ شہزادی ہیں اور یہ کوڑھ کے مریض۔ مجھے اگر کوئی اس ملک کی حکومت بھی پیش کرے تو میں یہ کام نہ کروں۔ کبھی ان اچھوت لوگوں کے قریب نہ جاؤں۔ کبھی ان کے گندے زخموں کو ہاتھ نہ لگاؤں''۔

شہزادی مسکرائی اور بولی ''مجھے اگر کوئی پوری دنیا کی حکومت بھی پیش کرے، تو اس سب کی لالچ میں بھی، کبھی یہ کام نہیں کروں گی۔ کیونکہ یہ کام تو میں صرف اپنے ربّ کے لیے کرتی ہوں''۔

جب آپ ایسے مشن کی راہ پہ نکلتے ہیں جو خدا کی رضا کے قریب ہے تو وہ صرف آپ کا نہیں، خدا کا ذاتی کام بن جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کام میں آپ کا پروردگار خود پارٹنر ہو وہ کام رُک جائے۔

اپنے رب کے مشن پہ نکلنے کا مطلب ہے کہ وہ آپ کو اپنی اس ٹیم میں شامل کرلے جسے اس نے اپنی مخلوق کی دعائیں اور التجائیں پوری کرنے کے لیے چُن رکھا ہے۔

کیوں نہ آپ کسی ایسے مقصد کو چن لیں جو آپ کے ربّ کی خوشنودی کے قریب تر ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے خدا سے جڑنے کا، اس کا قرب پانے کا۔ اس کے ساتھ "مل کے" کام کرنے کا۔

پھر کہیں رات کی تاریکی میں کوئی بندہ، سجدے میں پڑا، بے بسی کی حالت میں، تنہائی اور بھوک سے لڑتا ہوا، خدا سے کھانے کی دعا کرتا ہے، تو وہ کسی شہزادی یا شہزادے کو اس کی حاجت پوری کرنے کے مشن پر بھیج دیتا ہے۔

یاد رکھیے! جب آپ اپنے ربّ کی تائید کے ساتھ کسی مشن کو پورا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں تو وزیر صاحب کی طرح کے بڑے سمجھدار لوگ آپ کو مشن سے ہٹ جانے۔ ادھورا چھوڑ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کا کام ان مشوروں کو نظر انداز کر کے اپنے مشن پہ توجہ دینا ہے۔

ویسے بھی جنھیں وہ خود اپنی طرف بلا لے، اپنی ٹیم میں شامل کر لے ان کا مڑنا ناممکن ہوتا ہے۔

کیا آپ مخلوق کی دعاؤں کو پورا کرنے والی پروردگار کی ٹیم کا حصہ بننا چاہیں گے؟

-41-

خوشیوں کا تسلسل

جو چڑھیا اس ڈھینا اوڑک ، جو جمیا اس مرنا
کجھ وساہ نہ ساہ آئے دا، مان کیہا فیر کرنا
شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

شاہ حسینؒ کے اس فلسفے کو پڑھ کے میں تو ایک بار ہل گیا۔ ہمیں لگتا ہے جیسے ہم نے ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے۔ ہر عروج کو زوال ہے۔ اگر ہم اس سچائی کو اپنے پلان کا حصہ بنالیں تو شائد ہماری سانسوں کی ڈور ٹوٹنے کے بعد بھی ہمارا نشان باقی رہ جائے۔

دنیا میں کوئی بھی ناقابلِ شکست نہیں۔ 555 میچ مسلسل جیتنے والے جہانگیر خاں کو بھی بالآخر ایک دن ہار کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ کیوں نہ ہم اپنی جیت کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے اپنی

سانسوں پر بھروسہ توڑ کر دوسروں کی سانسوں میں زندہ رہنے کا خواب دیکھیں۔ اپنے پیچھے اپنی کامیابی کی کہانیاں چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اتنے سارے جہانگیر خان چھوڑ جائیں کہ ان کی جیت میں بھی دنیا کو ہم یاد رہ جائیں۔ ہر بار جب وہ ٹرافی اُٹھائیں تو لگے جیسے ہم ہی نے ٹرافی جیت لی ہے۔ چونکہ فطرت کا اصول ہے کہ ہر سوار نے ایک دن گرنا ہے۔ تو بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی سواری کے دنوں کو اچھی طرح پلان کریں، غرور و تکبر سے دور رہیں۔ دنیا ہمارے گرنے کے بعد (جو کہ ایک کڑوا سچ ہے) ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ سواری کے دنوں میں ہم دنیا کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھتے ہیں۔

دھن جوبن دا مان نہ کرے، بہت سیانیاں چھلیاں
کہے حسین فقیر سائیں دا، کر لے گلاں بھلیاں

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

شاہ حسینؒ اپنی ہی بات کی تائید میں ایک بار پھر فرما رہے ہیں کہ جو کچھ تمہارے پاس اختیار، دولت، عزت اور مقام و مرتبے کی صورت میں خدا کا عطا کردہ تحفہ موجود ہے اس پر زیادہ مان نہ کرنا۔

اگر کچھ کرنا ہے تو اس عزت، مقام اور اختیار کو استعمال کر کے کچھ ایسا کر جاؤ جس سے دوسروں کی زندگیوں میں آسانی آجائے۔ کچھ ایسے میٹھے بول بول جاؤ جن کی شرینی تمہارے جانے کے بعد بھی لوگوں کے کانوں میں رس گھولتی رہے۔

دوسروں کے کچھ اس طرح کام آجاؤ کہ ان کے درد کم ہو جائیں۔ اگر تمہاری وجہ سے کسی کی دادرسی نہ ہوئی، کسی کا ٹوٹا دل نہ جڑا، کسی کو انصاف نہ ملا، کسی کو راہنمائی نہ ملی، کسی کا مستقبل نہ سنورا، کسی کا دکھ کم نہ ہوا، کسی کے چہرے پہ مسکراہٹ نہ آئی تو اپنے جوبن پر تمہارا مان بے کار

ہے۔

پھر کس بات پہ اتراتے ہو تم اگر خدا کی دی پوزیشن اور پیسے کو تم نے اُسی کی مخلوق کے فائدے میں استعمال نہ کیا؟

جان لو کہ تمہارے پاس وقت بڑا کم ہے۔ جو کرنا ہے کر لو کہیں ایسا نہ ہو:

آسے آسے عمر گزاری جھلے خار ہزاراں
مالی باغ نہ ویکھن دیندا آیاں جدوں بہاراں

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

کئی ایسے بھی لوگ آپ نے آس پاس دیکھے ہوں گے جنہیں ان کی مشقتوں، تکلیفوں اور قربانیوں کا اس دنیا میں پھل نہیں ملتا۔ وہ اس امید کے ساتھ محنت کرتے رہتے ہیں، کانٹے سہتے رہتے ہیں کہ کل آنے والا دن ان کی امیدوں کو بر لائے گا، ان کی آرزوؤں کی تکمیل کا پیغام لائے گا۔ لیکن ان کی دن رات کی انتھک محنتوں کے بعد جب بہار آتی ہے تو وہ اپنے باغ میں اس بہار کا نظارہ کرنے، اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے موجود ہی نہیں ہوتے۔

لیڈر کے دل میں خدا یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ اس باغ کے بارے میں دُور کی سوچے۔ وہ دُور بینی نظر سے آج کی بجائے اپنے گھر، ادارے، قبیلے اور معاشرے کے بارے میں سوچتا ہے۔ وہ اس آس پہ محنت کرتا جاتا ہے کہ آنے والی نسلیں اس باغ کے پھل سے مستفید ہوں گی۔ وہ تصور میں مستقبل کے معماروں کو ان باغوں میں جھولے جھولتے، پھل کھاتے اور خوش ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

بڑے لیڈر اپنی ذات سے آگے کی سوچتے ہیں۔ میرے والدین کی طرح جنہوں نے دن رات قربانیاں دیں، مشقتیں کیں، اذیتیں جھیلیں۔ لیکن جب میری زندگی میں بہار آئی تو میرے

آنگن میں کھلنے والے ایک بھی پھول کی جھلک دیکھنی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ ان کے خون پسینے سے لگائے ہوئے درختوں پر جب دنیا کے لذیز ترین پھل لگے تو وہ ایک بھی پھل چکھ نہ سکے۔

یہ سب اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن آپ کا اور میرا کام اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے، بلکہ میرا ایمان ہے کہ میرے والدین آج خوشیوں کی معراج پہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کی دور بینی آنکھ نے باغ کا جو نقشہ دیکھا تھا اور جس خواب کو سچ کر دکھانے کے لیے انھوں نے انتھک محنت کی تھی، ان کے ہاتھوں نے جس باغ کی بنیادیں سینچیں اور اس کی پوری ذمہ داری سے، دل و جان سے آبیاری کی۔ آج وہ باغ خواب سے حقیقت بن کے انھیں خراجِ عقیدت پیش کر رہا ہے۔ میرے والدین خوش ہوں گے کہ ان کی کوششوں کا ثمر اُن کی اگلی نسل تک پہنچ گیا۔ جو مسکراہٹ وہ ہمارے چہروں پہ دیکھنا چاہتے تھے، خدا نے وہ ہماری آنکھوں میں سجا دی۔

اپنی آنے والی نسلوں کی آنکھوں میں یہی مسکراہٹ منتقل کرنے کے لیے آپ آج کیا کر رہے ہیں؟

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سُکا کر ہریا
بوٹا آس اُمید میری دا کر دے ہریا بھریا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

-42-

خدا کے سپرد

دیکھ فریدا جو تھیا ، سکر ہوئی وس
سائیں باجھوں آپنے، ویدن کہیئے کس؟

بابا فریدؒ: مینجمنٹ گرو

مجھے کبھی نہیں بھولتا جب میں چند روپوں کی خاطر میلوں پیدل چلتا تھا۔ ’رات کہاں گزارنی ہے؟‘ کا سوال سرِ شام ہی مجھے کاٹنے لگتا تھا۔ بے سروسامانی تھی۔ سارا دن نوکری کے لیے دھکے کھانے کے بعد، خالی پیٹ، کسی دور کے دوست کے پاس ٹھکانہ ڈھونڈتا تھا۔ پورے دن کی ناکامیاں میرا منہ چڑاتی تھیں۔ چند روپے بچانے کے لیے بارش کے پانیوں اور کیچڑ میں پیدل پھرتا تھا۔ لوگوں کی تیکھی نگاہیں میرا دل چیر دیتیں تھیں۔ نفرت انگیز رویے، دلخراش تنقید،

حوصلہ شکن لہجے مجھے ملیامیٹ کر دیتے۔ لیکن کمال صبر سے میں ساری تذلیلیں، ساری نفرتیں، ساری بدسلوکیاں دن بھر جمع کرتا رہتا۔

رات کو صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔ دل چاہتا چیخیں مار مار کے اونچی اونچی رووں۔ کسی کے ہاں مفت کا، زبردستی کا مہمان جو بنا ہوتا تھا۔ اس لیے دل کھول کے رو بھی نہیں سکتا تھا۔

تب بابا فریدؒ کا یہ شعر میرے ہاتھ لگ گیا۔ اس شعر کا مفہوم اور میری اس وقت کی زندگی ایک ہی سکّے کے دو رُخ تھے۔ میں اس شعر کی چلتی پھرتی تصویر تھا۔ ''مجھ پر جو گزر رہی تھی وہ شکّر پہ گزرتی تو وہ زہر بن جاتی''۔ لیکن بابا فریدؒ کی دوسری بات میرے دل پہ زیادہ ہی اثر کر گئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے دکھ سوائے اپنے ''سائیں'' کے کسی اور کو نہیں بتاؤں گا۔

میں دن بھر سارے دکھ ضبط کرتا رہتا۔ رات کو اپنے ربّ کی بارگاہ میں ضبط کے سارے بند توڑ دیتا۔ اس کے سامنے روتا، گڑگڑاتا۔ پھر الحمدللہ اس نے میری دعاؤں کو سن لیا۔ میری زندگی بدل ڈالی۔ بالکل ویسی بنا دی جیسی میں چاہتا تھا۔

مجھے سمجھ آ گئی تھی کہ ان لوگوں سے کیا مانگنا جو خود اسی کی بارگاہ میں بھکاری بن کے کھڑے ہیں۔ ایک محتاج کے دوسرے محتاج سے سوال کرنے کی کیا تُک؟

میں نے اپنی آرزوؤں، اُمیدوں اور خوابوں کا رُخ ''اس'' کی طرف پھیر دیا۔ اوپر سے میری ڈھارس بندھانے آن پہنچے میرے گرو میاں محمد بخشؒ:

میں انہاے تے تلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا
دھکن دیون والے بوہتے توں ہتھ پکڑن والا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

جس رستے پہ میں چل نکلا تھا، ظاہر ہے کٹھن تھا۔ کارپوریٹ ٹریننگ اور موٹی ویشنل سپیکنگ کا آج سے پندرہ سال پہلے کوئی خاص وجود نہیں تھا۔ میری بے سروسامانی اور بہت سارے بوجھ مجھے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔ عشق کی جس راہ پہ میں گامزن تھا اس کے رستوں سے مجھے کوئی خاص آشنائی بھی نہ تھی۔

بزنس کی دنیا سے واقفیت کے معاملے میں میں تقریباً اندھا تھا۔ مجھے دن میں بیسیوں بار بیسیوں لوگ میرے اندھا ہونے کا احساس دلاتے تھے۔ اور احساس بھی یوں دلاتے تھے کہ خون رُلاتے تھے۔

میں نے جب طے کیا کہ ''تُو'' ہی ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ اور تیرے سوا کسی کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا تو پھر ''اُس'' نے ہاتھ تھاما۔ ایسا تھاما کہ میرے سوچ سے بھی اونچی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

تنہاں نوں غم کیا سائیں جنہیاں دے ول
اک پل سجن جدا نہ تھیوے، بیٹھا اندر مل

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

خدا کی رضا کے لیے جب آپ اس کی راہ میں نکلتے ہیں تو وہ آپ کو سبھی رنج والم سے دور لے جاتا ہے۔

جب آپ کو پتہ چل جائے کہ خدا آپ کی سائیڈ پہ ہے تو پھر کس چیز کا غم؟ جب آپ خود کو اس کے کاموں میں لگا دیتے ہیں، اجر کی پرواہ نہیں کرتے، نیت خالص رکھتے ہیں۔ اور اس کی دی ہوئی بہترین طاقتوں کو اسی کے نام کو سر بلند کرنے کے لیے وقف کر دیتے ہیں تو وہ 'اپنے کام' کی نگرانی کے لیے آپ ہی کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔

اگر آپ کے ہاتھوں سے مخلوق خدا کے لیے کوئی اچھا کام سرزد ہو رہا ہے تو سمجھ جائیں یہ

آپ کے اندر ''اُس'' کی موجودگی کی علامت ہے۔

جب تک اس کا کام کرتے رہیں گے، وہ کہیں نہیں جائے گا۔

آپ کو پریشانی ہے کہ لوگ آپ سے جیلس ہو رہے ہیں؟ آپ کا برا چاہتے ہیں؟ آپ کو نیچا دکھانا چاہتے ہیں؟ آپ کی عزت خاک میں ملا دینا چاہتے ہیں؟ آپ کو کم تر ثابت کرنے کی آرزو رکھتے ہیں؟ آپ کی بربادی کی دعائیں مانگتے ہیں؟

اب آپ کو کیا کرنا چاہیے؟

اگر سارا زمانہ بھی دشمن ہو جائے، اگر سب بھی آپ کا برا چاہنے لگیں تو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس اس کا بھی منتر ہے جو صوفی گروز کے ذریعے میرے ہاتھ لگا ہے۔

تیری اوٹ پناہ خدایا ہور نہیں کجھ مُجھدا
جس دیویں نوں آپوں بالیں کد کسے تھیں بُجھدا

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

سارے زمانوں کی پھونکیں، ہوائیں، پنکھے، آندھیاں مل کے بھی اس دیئے کی روشنی کو کم نہیں کر سکتیں جسے خود مالک جلائے رکھنا چاہے۔

تو کیوں نہ ہم اپنی ساری دعاؤں، التجاؤں کا محور اسی کو بنا لیں؟ کیوں نہ پھر اپنے ہر کام میں اسی سے رجوع کریں، اسی سے مدد مانگیں؟ میرا بس یہاں ایک چھوٹا سا نقطہ ہے۔ وہ تبھی آپ کو بچائے گا جب آپ کے کاموں اور اس کے کاموں میں ہم آہنگی ہوگی۔

اپنی رحمت کی بدولت وہ کسی بھی لمحے، کسی بھی جگہ آپ کی مدد کو آن پہنچے گا۔ چاہے آپ اس کا کام کر رہے ہوں یا اپنا۔ لیکن یہ مدد کبھی کبھار کی مدد ہوگی۔ رشتہ پکا نہیں ہوگا۔ لیکن جیسے ہی اس کے کاموں کو آپ اپنا کام سمجھ کے کرنا شروع کرتے ہیں، وہ آن بیٹھتا ہے۔ پھر وہ وقت دیتا

ہے۔نگرانی کرتا ہے۔رکاوٹیں دور کرتا ہے۔کام سلجھاتا ہے۔اور بُری نظروں سے،حاسدوں کے حسد سے اور چالبازوں کی چالوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔

آپ کا کام صرف اپنی بہترین کوشش کرنا ہے۔اس کے کام پہ توجہ دینا ہے۔ہر چیز بُھلا کر اس کی راہ میں سچی اور خالص جستجو کرنی ہے۔نتائج آپ کے ہاتھ میں نہیں،صرف اس کے ہاتھ میں ہیں۔بقول میاں محمد بخشؒ:

مالی دا کم پانی دینا ، بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پُھل لانا، لاوے یا نہ لاوے

میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

صوفیوں کا تعارف

بابا فریدؒ:

فریدالدین مسعود 584 ہجری میں ملتان کے پاس ایک گاؤں کوٹھیوال میں پیدا ہوئے۔ بابا نے اپنی ابتدائی تعلیم مسلم ایجوکیشن کے مرکز، ملتان سے حاصل کی، جہاں ان کی ملاقات نامور صوفی بزرگ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی۔ تعلیم مکمل کر کے بابا فریدؒ اپنے روحانی استاد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے پاس دہلی چلے گئے۔ جہاں انہوں نے اپنے صوفی سفر کا آغاز کیا۔ ان کی موثر شاعری نے دنیا بھر کے لوگوں کو سال ہا سال ان کا گرویدہ بنائے رکھا ہے۔

شاہ حسینؒ:

شاہ حسینؒ پنجابی صوفی شاعر تھے جن کو 'صوفی بزرگ' کا درجہ حاصل ہے۔ وہ 1538 میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کو 'کافی' کا موجد بھی کہا جاتا ہے۔ شاہ حسین ایک انتہائی عاجز انسان تھے۔ اس لیئے ان کے چاہنے والے ان کو 'شاہ فقیر' کہتے تھے۔ شاہ حسینؒ کا مزار باغبان پورہ، لاہور میں واقع ہے، جہاں ہر سال ان کے عرس کے موقع پر میلہ چراغاں ہوتا ہے۔

وارث شاہؒ:

وارث شاہ 1722 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ پنجابی صوفی شاعر تھے۔ ان کی تخلیق 'ہیر رانجھا' انتہائی مشہور ہوئی۔ وارث شاہؒ نے کم عمری سے ہی اپنے آپ کو حافظ غلام مرتضیٰ کا شاگرد گردان لیا تھا۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنی وفات تک 'ملکہ ہنس' نام کے ایک گاؤں میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے گھر کے سامنے کی مسجد ان

کے نام سے منسوب کر دی گئی۔

بابا بلھے شاہؒ:

بابا بلھے شاہؒ 1680 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ مشہور پنجابی صوفی شاعر، فلاسفر اور محسنِ انسانیت تھے۔ انہوں نے اپنی روحانی صلاحیتیں اپنے مرشد حضرت شاہ عنایت قادری کے سائے میں تراشیں۔ وہ اپنے معجزات کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے ان کی زندگی کا مقصد دوسرے انسانوں کی مدد کرنا، دردمندوں کی دل جوئی کرنا، ضرورت مندوں کے کام آنا تھا۔ ان کا مزار قصور میں ہے۔

سلطان باھوؒ:

سلطان باھوؒ 1630 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک بہت معروف صوفی شاعر اور سکالر تھے۔ انہوں نے صوفی ازم پر فارسی میں 40 سے زائد کتابیں لکھیں لیکن ان کی پنجابی شاعری کی کتب نے ان کو زیادہ شہرت دلائی۔ انہوں نے اپنی کتب میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کو اپنے روحانی استاد کے طور پہ متعارف کرایا ہے۔

میاں محمد بخشؒ:

میاں محمد بخشؒ 1830 میں میرپور، آزاد کشمیر کے پاس ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک معروف صوفی بزرگ اور پنجابی ہندکو شاعر تھے۔ ان کی شاعری کی کتاب 'سیف الملوک' اور نثر کی کتاب 'مرزا صاحبان' بہت مقبول ہوئیں۔ میاں محمد بخشؒ کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ 15 سال کی عمر میں ان کے والد اپنی وفات سے پہلے ان کو اپنے صوفی سلسلے میں اگلا گدی نشین بنا گئے۔

مصنف کا تعارف

کس کس دی قدر نہ میری صاحب نوں وڈیایاں
میں گلیاں دا روڑہ کوڑہ محل چڑھایا سایاں
میاں محمد بخشؒ: لیڈرشپ گرو

Possibilities

Evoking Magnificence

®Possibilities ایک معروف مینجمنٹ ڈویلپمنٹ اینڈ کنسلٹنگ کمپنی ہے جو پاکستان سمیت دنیا بھر کی تین سو سے زائد کمپنیوں کو ٹیم بلڈنگ، لیڈرشپ، ایگزیکٹو کوچنگ اور چینج مینجمنٹ سکھاتی ہے۔ ہمارے چند اہم کلائنٹس میں ٹوٹل، کوکا کولا، ورلڈ بینک، یو ایس ایمبیسی، برٹش پٹرولیم، اینگرو، شلمبرجر، پراکٹر اینڈ گیمبل، موٹورولا، اوریکس، اوایم وی، ٹیلی نار، ایف ایم سی، 3ایم، جیلیٹ، یونی لیور، بینک الفلاح اور ٹویوٹا شامل ہیں۔

سروسز:

- مینجمنٹ ٹریننگ
- سرٹیفیکیشن پروگرامز
- آوٹ ڈور ایجوکیشن
- ہیومن ریسورس سروسز
- ایگزیکٹو ایجوکیشن
- فن ڈیز (کانفرنسز، اوے ڈیز، ری ٹریٹس)
- کی نوٹ سپیکنگ
- ایگزیکٹو / پروفیشنل کوچنگ
- کنسلٹنگ

مزید تفصیلات جاننے کیلئے ہماری ویب سائٹ دیکھئے

www.possibilities.net.pk

POSSIBILITIES PUBLICATIONS® پاکستان کی پہلی پبلشنگ کمپنی ہے جو بزنس، کامیابی، مینجمنٹ اور پروفیشنل ڈویلپمنٹ کے موضوعات پر تحقیق پر مبنی کتابیں چھاپتی ہے۔ کتابوں کے علاوہ ہم لیڈرشپ اور پرسنل ڈویلپمنٹ پر آڈیو بکس اور ویڈیو پروگرام بھی تخلیق کرتے ہیں۔

POSSIBILITIES PUBLICATIONS® سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ غریب، مستحق اور باصلاحیت بچوں کو تعلیمی وظائف، کتابیں، یونیفارم اور سکول بیگ وغیرہ مہیا کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔

ہماری کتابیں زیادہ تعداد میں خرید کر مستحق بچوں کی زندگی بدلنے کیلئے رابطہ کیجئے۔

Possibilities Publications®

134-G، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

Cell: +92 300 8082966

info@ppublications.com

www.ppublications.com

POSSIBILITIES FOUNDATION®

POSSIBILITIES FOUNDATION® معاشرے کے پسماندہ طبقے کے معیارِ زندگی کو تعلیم و تربیت کے ذریعے بہتر بنانے کیلئے بنائی گئی ہے۔ فاؤنڈیشن کا مقصد معاشرے کے محروم ترین طبقوں کے اندر کامیابی، خوشحالی اور ترقی کی راہ ہموار کرنا ہے۔

پراجیکٹس:

- Education Support Program
- Possibilities Schools
- Education Emergency Fund

POSSIBILITIES FOUNDATION®
134-G، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان
PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233
Cell: +92 300 8082966
info@pf.org.pk, www.pf.org.pk

نوجوان نسل میں لیڈرشپ، ٹیم ورک اور تخلیقی صلاحیت کو فروغ دینے کیلئے 'یوتھ سٹوڈیو'
ہر سال نوجوانوں کو سیکھنے اور آگے بڑھنے کیلئے بہت سے مواقع فراہم کرتا ہے۔
"میں، عشق اور وہ" کے پیغام کو پاکستان کے ہر فرد خصوصاً نوجوانوں تک پہنچانا قیصر عباس کا مشن ہے۔
اسی مقصد کو پورا کرنے کیلئے وہ مختلف تعلیمی اداروں اور سماجی تنظیموں کے ساتھ مل کر "میں، عشق اور وہ"
کے موضوع پر اب تک سینکڑوں سیمینار کر چکے ہیں۔ ان سیمینارز میں نوجوانوں کو خود اعتمادی، عزتِ
نفس، کردار سازی، کیریئر، پلاننگ اور پیشہ ورانہ کامیابی کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔
'یوتھ سٹوڈیو' میں شامل ہونے اور سال بھر کے پروگراموں کے بارے میں جاننے کے
لیے رابطہ کیجئے۔

YOUTH STUDIO®

G-134، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

info@youthstudio.net

youthstudio.net

MY FIRST BIKE

DREAMS INTO REALITY

My First Bike ایک مشن ہے جو ایک تحریک بنتا جا رہا ہے۔ قیصر عباس کا خواب ہے کہ پاکستان کے ایک لاکھ محروم بچوں کو ان کی زندگی کی پہلی سائیکل تحفے کے طور پر، لیکن ایک بڑے اچھوتے انداز میں، عزت سے پیش کی جائے۔

My First Bike سروس لرننگ کے تصور پر مبنی ہے جس کا مقصد معاشرے کی بہتری میں حصہ ڈالنا ہے اور ساتھ ساتھ ذہنوں کو بھی کھولنا ہے، سوچ کے نئے زاویے بھی دکھانے ہیں۔ کر دکھانے کی نئی راہیں بھی ہموار کرنی ہیں۔

ایک بچہ صرف یہاں سے سائیکل کا تحفہ لے کے نہیں جاتا بلکہ اُسکے معصوم ذہن میں ہم بچپن ہی سے ٹیم ورک کا بیج بو دیتے ہیں۔ وہ اس پروگرام میں سیکھتا ہے کہ کوئی بھی بڑا کام دوسروں کی سپورٹ اور تعاون کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پروگراموں میں عام لوگ، سول سوسائٹی، سٹوڈنٹس، پروفیشنلز، کارپوریٹ ایگزیکٹوز، یوتھ لیڈرز اور مشہور و معروف شخصیات شامل ہوتی ہیں۔ یہ سب لوگ بچوں، ان کے والدین اور ٹیچرز کے ساتھ مل کے ایک ٹیم بن کے ان کی سائیکلیں خود اپنے ہاتھوں سے جوڑتے ہیں۔ اس پراسس میں یہ سب لوگ آپس میں جڑ جاتے ہیں۔

آخر میں بچوں کے چہروں پر اپنی پہلی سائیکل کو پا لینے پر جو مسکراہٹ آتی ہے۔ وہ شرکاء کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ پروگرام میں شامل بچے اور شرکاء نہ صرف لیڈرشپ اور ٹیم ورک کے قیمتی راز سیکھ کے جاتے ہیں بلکہ بچوں کی آنکھوں کی چمک دیکھ کر ان کے دل میں ایک اطمینان کا احساس بھی جاگتا ہے۔

My First Bike میں حصہ لینے کے لئے اور ہمارا پروگرام اپنے شہر میں منعقد کرانے کے لئے رابطہ کیجئے۔

info@myfirstbike.com.pk, myfirstbike.com.pk

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

Cell: 0321-4333387

پرائیویٹ کوچنگ

اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں کامیابیوں کے نئے آسمان چھونے کیلئے آپ قیصر عباس کے 'کوچنگ سسٹم' سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اب تک ہزاروں لوگ اس 'کوچنگ سسٹم' میں شامل ہو کر اپنی کایا پلٹ چکے ہیں۔ قیصر کھیل، شوبز، بزنس، سائنس اور میڈیا کے شعبوں سمیت بہت سے سپر اسٹارز کے ساتھ بطور 'پرسنل کوچ' کام کرتے ہیں۔

قیصر عباس کے ساتھ ون۔ٹو۔ون کوچنگ سیشن بک کرنے کیلئے رابطہ کیجئے۔

Possibilities® (Pvt)Ltd.
134-G، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان
PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233
Cell: 0321-4333387
info@possibilities.net.pk
www.possibilities.net.pk

شکریہ

سید جواد حسین شمسی جن کی زندگی کی جیتی جاگتی مثالوں سے مجھے صوفی وزڈم کو عملاً دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔

سید اسمٰعیل بخاری جن کے ہاتھوں مجھے پہلی بار بابا فریدؒ کی کتاب ملی۔

ڈاکٹر مزمل حسین شاہ جن کی وجہ سے صوفیوں کے ساتھ میرے عشق کا آغاز ہوا۔

مسعود علی خان جنھوں نے مجھے 'فوک وزڈم' کی کتاب لکھنے کیلئے انسپائر کیا اور میرے خیالات کو ایک نئی اڑان دی۔

ڈاکٹر صداقت علی جنھوں نے 'فوک وزڈم' کے وہ پہلو میرے لئے اجاگر کئے جن کی طرف میرا دھیان کبھی نہ جاتا۔

عارف ذوالقرنین، سبطین رضا، احسن خان، عامر چوہان، محمد جنید، فارقلیط اقبال، طاہرہ خٹک، راحیل وقار، ایوب غوری، قاسم ظہیر، ناصر چوہدری، احمد نعمان انیس، ارسلان خان، سمرہ عدنان، سعدیہ احسن، سبین ضیاء، فیصل ہاشمی، سائرہ خان، عبدالستار بابر، قاضی کاظم علی، فیضان احمد، سعد راشد، ڈاکٹر سطوت حسین، انجم انیس انصاری، خُبیب واحدی، واصف مظہر، عثمان عابد، مُرتضیٰ سبحانی، ریحان اللہ والا، عارف انصاری، راشد ترابی، عثمان علی شاہ اور اظفر احسن جنھوں نے کتاب کا نام اور ٹیگ لائنز منتخب کرنے میں گراں قدر تجاویز پیش کیں۔

نسیم ظفر اقبال جنھوں نے میرے "فوک وزڈم" پر تحقیق کے آئیڈیے کو سراہا، مبین الحق جنھوں نے "فوک وزڈم" پر میری پہلی ٹریننگ ڈیزائن کرنے میں نہائیت قیمتی مشورے دیئے اور سید محمد نوید جنھوں نے پہلی 'فوک وزڈم' کی ٹریننگ کو پلان کرنے میں انتھک محنت کی۔

اختر موزکا جنھوں نے ہماری پہلی آوٹ ڈور 'فوک وزڈم' کی ورکشاپ کی شاندار میزبانی کی۔

عارف انیس جنھوں نے 'فوک وزڈم' پر میرے خیالات کو 'سٹرکچر' دینے میں بے لوث مدد کی۔

بختیار خواجہ، وقار خادم، اظہر بخاری، شنیلا علی، اعظم ملک، الطاف حسین اور سید ذوالفقار علی جنھوں نے میری صوفی وزڈم میں دلچسپی کی حوصلہ افزائی کی۔

برگیڈیئر تیمور افضل خان جن کی راہنمائی میں مجھے صوفی وزڈم کو سمجھنے کا موقع ملا۔

عمر مسعود جنھوں نے اپنی کمپنی، کوہِ نور انرجی، میں میری پہلی فوک وزڈم کی کسٹمائزڈ ٹریننگ ارینج کی۔

سید رضوان علی شاہ جنھوں نے اپنا لیپ ٹاپ میری پہلی 'فوک وزڈم' ٹریننگ کے لیے مجھے اُدھار دیا۔

مسعود میاں جنھوں نے مسودے کی ٹائپنگ میں دن رات ایک کر دیا۔ ان کی کوشش کے بغیر کتاب کبھی وقت پہ مکمل نہ ہو پاتی۔

نثار علی گوہر جنھوں نے میرے اندر 15 سال سے دبی اس کتاب کو باہر نکلنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ناصر طارق جن کی انتظامی سپورٹ کی بدولت میں کتاب لکھنے میں کامیاب ہوا۔

جویریہ ندیم، محمد فہیم، ارومہ فخر، جابر حسین، کامران قریشی، خاقان خان منگول، سائرہ فضل، زاہرہ عباس، گلِ زہرہ، ڈاکٹر کامران فضل، احسن چوہدری اور معاذ زبیری جنھوں نے مختلف مراحل پر اپنے قیمتی مشوروں سے کتاب میں جان ڈال دی۔

میرے ڈرائیور شکیل کا شکریہ جس کے ساتھ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میں نے اس کتاب کے کئی صفحے لکھے۔

سیدہ کنزہ اثر کا شکریہ جنہوں نے کتاب کو ترتیب دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ کنزہ نے جس محنت اور محبت سے اس کتاب کو مکمل کرنے کا مشکل فریضہ نبھایا میں تہہ دل سے ان کا شکرگزار

ہوں۔

ان ہزاروں دوستوں کا شکریہ جنہوں نے سوشل میڈیا پر اس کتاب کے ٹائٹل کے بارے میں اپنی قیمتی تجاویز دیں۔ کاش میرا پبلشر مجھے آپ تمام لوگوں کا فرداً فرداً نام لکھنے کی اجازت دے دیتا۔ میں دل سے آپ کے مشوروں کی قدر کرتا ہوں۔

میری بیوی راشدہ عباس کا خاص شکریہ، کہ یہ کتاب لکھنے میں جو زیادہ تر وقت لگا وہ دراصل اسی کا تھا۔ راشدہ مجھے گھر میں لکھنے کے لیے سازگار ماحول مہیا نہ کرتی، تو میں کبھی اس پائے کی کتاب نہ لکھ پاتا۔

میرے بیٹے حسین کا شکریہ، جس نے جب جب کتاب لکھتے ہوئے میرے ہاتھ سے قلم لے کے، کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں لگائیں، تب تب میرے خیالات اور سوچ کو نئی توانائی، نئے زاویے اور نئی اڑان ملی۔

میرے پیارے دوست اور پاکستان کے نامور کارٹونسٹ متین حمزہ کا شکریہ جنہوں نے چوبیس گھنٹے سے بھی کم وقت میں شاہکار کارٹون تخلیق کر کے میری کتاب کو چار چاند لگا دیئے۔

اور آخر میں بے انتہا شکریہ ڈاکٹر کامران فضل اور کولاج کی پوری ٹیم خصوصاً سائرہ فضل کا جنھوں نے اس کتاب کی مارکیٹنگ کو اس مقام تک پہنچا دیا جہاں کبھی کسی کتاب کو پہنچتے نہیں دیکھا گیا ہوگا۔

لے او یار حوالے رب دے، خیریں خیریں جائیں
نہ وس تیرے، نہ وس میرے، میل کراندا سائیں

میاں محمد بخشؒ: لیڈرشپ گرو